فہم القرآن سیریز نمبر 1
سورۃ سیریز
سُورَۃُ لُقمٰن
عجبا قرانا
سوال و جواب کی صورت میں
قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت
نگہت ہاشمی

تفسیر سورۃ لقمان

نگہت ہاشمی

تفسیر سورۃ لقمان

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : تفسیر سورۃ لقمان
مصنفہ : نگہت ہاشمی
طبع اول : جولائی 2018ء
تعداد : 1100
ناشر : النور انٹرنیشنل
لاہور : H-102 گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور
فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301
کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی
فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42
فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر : 03364033050, 041-8759191
ای میل : sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب وذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال وجواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبۡقِیۡ وَ لَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَۃٌ لِّلۡبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَیۡہَا تِسۡعَۃَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ ہی چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَۃُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَۃٍ ﴿۱۳﴾ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَۃٍ ﴿۱۴﴾ یَّتِیۡمًا ذَا مَقۡرَبَۃٍ ﴿۱۵﴾ اَوۡ مِسۡكِیۡنًا ذَا مَتۡرَبَۃٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَۃِ ﴿۱۷﴾﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: أَیُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَیْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: یَارَسُولَ اللّٰهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَیْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''
انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''
آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)
اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں **قُرْاٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں
یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب کی بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار
نگہت ہاشمی

ایاتہا ۳۴ ۳۱ سُوْرَۃُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ ۵۷ رکوعاتہا ۴

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکی ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 34 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 31 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 57 ہے۔

رکوع نمبر 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓمّٓ﴾

''الم'' (1)

سوال: ﴿الٓمّٓ﴾ ''الم'' کی وضاحت کریں؟

جواب: حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معانی اور مراد کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ﴾

''یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں'' (2)

سوال 1: ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ﴾ ''یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں'' کتاب حکمت والی ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ﴾ ''یہ کتاب کی آیات ہیں'' یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کی آیات ہیں۔

(2) ﴿الْحَكِيْمِ﴾ ''حکمت والی'' یعنی کمال حکمت والی کتاب، محکم کتاب ہے۔

(3) یہ کتاب اپنے احکامات، اپنے معالجات میں، اپنی آیات کی ترتیب میں، سورتوں کی ترتیب میں، اپنے الفاظ میں، مخاطب کرنے کے طریقے میں اور اس میں جو آیات ہیں، جو کچھ بوجوہ بیان کیا گیا، اپنے الفاظ کی روانی میں حتی کہ زماں و مکاں میں فرق آ گیا، ہر چیز کو اپنی جگہ رکھنے میں، اور جو اس کتاب کے حامل ہیں انہیں ہر چیز کو اپنے مقام پر رکھنے کے قابل بنانے میں حکمت والی ہے۔ (الاساس فی التفسیر: 8/4309)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی آیات کے محکم ہونے سے کیا مراد ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ ان آیات کی تعظیم کے لیے ان کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی محکم آیات ہیں جو ایک حکمت والی اور باخبر ہستی سے صادر ہوئی ہیں۔ ان آیات کے محکم ہونے سے مندرجہ ذیل امور مراد ہیں (i) یہ آیات نہایت واضح، جلیل ترین اور فصیح ترین الفاظ میں آئی ہیں جو نہایت جلیل القدر اور بہترین معانی پر دلالت کرتی ہیں۔ (ii) یہ آیات تغیر و تبدل، کمی بیشی اور تحریف سے محفوظ ہیں۔ (iii) ان آیات میں گزشتہ زمانے اور آنے والے زمانے کے واقعات اور امور غیبیہ کے بارے میں خبریں دی گئی ہیں۔ وہ واقعات کے مطابق اور واقعات ان کے مطابق ہیں۔ کتب الٰہیہ میں سے کسی کتاب اور گزشتہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی نے ان اخبار کی مخالفت نہیں کی۔ اب تک کوئی علمی، حسی یا عقلی تحقیق ان امور کے متناقض نہیں جن پر یہ آیات دلالت کرتی ہیں۔ (iv) ان آیات نے جس چیز کا بھی حکم دیا ہے وہ خالص یا راجح مصلحت پر مبنی ہوتی ہے اور جن امور سے روکا ہے وہ واضح یا راجح مفاسد پر مبنی ہوتے ہیں۔ بہت سے معاملات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی حکمت اور ان کے فوائد کا بھی ذکر کیا ہے اسی طرح کسی چیز سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے ضرر اور مفاسد سے آگاہ کیا ہے۔ (v) قرآن کریم کی آیات میں ترغیب و ترہیب اور مواعظ بلیغہ اس انداز میں جمع ہیں کہ نیک نفس لوگ اس کے ذریعے سے اعتدال اختیار کرتے ہیں، اس کو اپنا فیصل بناتے ہیں اور نہایت جزم و احتیاط کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ اس کی آیات، اس کے قصص اور احکامات وغیرہ میں تکرار پایا جاتا ہے مگر ان کے مضامین میں اتفاق ہے اور ان میں کوئی تناقض اور کوئی اختلاف نہیں۔ صاحب بصیرت جتنا زیادہ اس کے اندر تدبر اور غور و فکر کرتا ہے اس کی آیات و احکام میں توافق و تطابق کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے اس کو یقین ہو جاتا ہے جس میں شک و ریب کا کوئی شائبہ نہیں کہ یہ قرآن حکمت والی اور قابل تعریف ہستی کی طرف سے ہے۔ وہ حکمت سے لبریز ہے، وہ تمام اخلاقِ کریمہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور بُرے اخلاق سے روکتا ہے مگر اکثر لوگ اس کی راہ نمائی سے محروم ہیں اس پر ایمان لانے اور عمل کرنے سے روگردانی کرتے ہیں البتہ وہ لوگ روگردانی نہیں کرتے جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز کر کے روگردانی سے بچایا۔ وہ اپنے رب کی عبادت میں احسان سے کام لیتے ہیں اور اس کے بندوں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک سے پیش آتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 3/2087,2088)

﴿هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ﴾

''نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے'' (3)

سوال 1: ﴿هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے'' قرآن مجید اخلاص والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿هُدًى﴾ ''ہدایت'' قرآن مجید ہدایت ہے ان کے لیے جو احسان کی صفت رکھتے ہیں۔ یہ کتاب ان کی ہر معاملے میں راہ نمائی

کرتی ہے اور وہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پہنچتے ہیں اور ہر تاریکی اور عذاب سے نکل آتے ہیں حیرت اور شک جیسا کوئی عذاب نہیں۔ (الاساس فی التفسیر:4309/8)

(2) یہ کتاب ہدایت ہے سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرتی ہے اور جہنم کی راہوں سے بچاتی ہے۔

(3)﴿وَّرَحۡمَةً﴾ ''اور رحمت'' یہ کتاب رحمت ہے اس کے ذریعے گمراہی اور بدبختی دور ہو جاتی ہے۔ اس کے ذریعے خیر کثیر نصیب ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے سکون اطمینان اور خوشی نصیب ہوتی ہے۔ قرآن کے ذریعے دنیا اور آخرت کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔

(4)﴿لِّلۡمُحۡسِنِيۡنَ﴾ ''نیکی کرنے والوں کے لیے'' جو اپنے رب کی عبادت اخلاص سے کرتے ہیں جس میں شرک اور ریاکاری نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے رسول اللہ ﷺ کی عبادت کی کیفیات اور ان کے افعال اور ادائیگی کی پیروی کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1173,1172)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے پاس سیدنا جبرائیل علیہ السلام آئے اور احسان کے متعلق پوچھا (مَا الۡإِحۡسَانُ؟) آپ ﷺ نے فرمایا:﴿أَنۡ تَعۡبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنۡ لَمۡ تَكُنۡ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ﴾ احسان یہ کہ ''تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔'' (بخاری:50)

سوال 2: محسنین سے کون لوگ مراد ہیں؟ وہ کیسے کام کرتے ہیں؟

(1) محسن وہ ہے جو علم کامل یعنی یقین محکم رکھتے ہیں۔

(2) محسن یعنی مخلص وہ ہیں جو شریعت کے مطابق اللہ تعالیٰ ہی کے لیے عمل کرتے ہیں جو عمل اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف کا موجب ہے اس لیے وہ اس کی نافرمانیوں کو ترک کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2088/3)

(3) فرائض اور سنتوں کے ساتھ نفل نمازیں بھی پڑھتے رہتے ہیں۔

(4) اور حق تعالیٰ نے ان پر جو زکوٰۃ فرض کر دی ہے اسے مستحق لوگوں کو برابر ادا کرتے ہیں۔

(5) صلہ رحمی قائم رکھتے ہیں، عزیزوں سے تعلقات میں کشیدگی پیدا نہیں ہونے دیتے۔

(6 آخرت کی جزا کا یقین کر کے ثواب کی خاطر ذوق و شوق سے اللہ تعالیٰ کی طرف راغب رہتے ہیں۔ (7) ریاکاری سے بچتے ہیں۔

(8) نہ عملوں کا لوگوں سے بدلہ طلب کرتے ہیں اور نہ شکریہ کے امیدوار رہتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1535/2)

سوال 3: یہ کتاب احسان کرنے والوں کے لیے کیسے ہدایت کا ذریعہ بنتی ہے؟

جواب: (1) یہ کتاب ہدایت دیتی ہے کہ پہلے نماز قائم کر کے رب سے جڑ جاؤ۔

(2) یہ کتاب ہدایت دیتی ہے کہ زکوٰۃ ادا کرو اور اس کے ذریعے اہل ایمان کے دل جوڑ دو۔

(3) یہ کتاب ہدایت دیتی ہے کہ آخرت کے لیے زندگی گزارو۔

﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾

’’جولوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں‘‘ (4)

سوال: ﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾ ’’جولوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں‘‘، محسنین مخلصین کی صفات کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ ’’جولوگ نماز قائم کرتے ہیں‘‘، محسن، مخلص وہ ہیں جو پانچ نمازیں شرائط اور ان کے ارکان کی پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اس کی سنن واجبہ اور مستحبات کو پورا کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 1173)

(2) نماز اخلاص، اللہ تعالیٰ سے مناجات، قلب وزبان او جوارح کے تعبدٌ عام کو شامل ہے اور باقی اعمال میں معاون ہے۔ (تفسیر سعدی: 2088/3)

(3) نماز کو خلوص اور خشوع کے ساتھ ادا کرنے سے نماز کی حکمت نصیب ہوتی ہے جس کا اثر بندے کے شعور اور طرز عمل پر مرتب ہوتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوتا ہے۔ یہی اخلاص ہدایت اور کامیابی کا سبب بنتا ہے۔

(4) نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور بندے کا حقیقی تعلق قائم ہوجاتا ہے۔ اسی اُنس سے مٹھاس پیدا ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے انسان رب کی رضا کے لئے ہر کام کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے رب کی رضا کے لیے کام کرنے والا ہی ہدایت کے راستے پر گامزن ہوتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔

(5) ﴿وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ ’’اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں‘‘، یعنی وہ اپنے اموال کی زکوٰۃ نکالتے ہیں سونے چاندی، سامان تجارت، کھیتی سے کھجور زیتون اور دوسری اجناس، بکریوں، گائیوں اور اونٹوں وغیرہ سے۔ (ایسر التفاسیر: 1173)

(6) زکوٰۃ ادا کرنے والا بری صفات سے پاک ہوجاتا ہے مثلاً حرص اور بخل پر قابو پالیتا ہے۔

(7) زکوٰۃ کی وجہ سے انسان اپنی اجتماعی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے قابل ہوتا ہے اس طرح بندہ اسلام کے نظام کا حصہ بن کر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔ (8) زکوٰۃ کی وجہ سے بندہ مسلمانوں کو نفع پہنچاتا ہے ان کی ضروریات پوری کرتا ہے۔

(9) زکوٰۃ یہ واضح کردیتی ہے کہ بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کی محبت کو مال کی محبت پر ترجیح دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے محبوب مال کو خرچ کرتا ہے۔

(10) ﴿وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾ ’’اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں‘‘، یعنی اللہ تعالیٰ کے جزا اور ثواب کے وعدوں پر یقین رکھتے ہے۔

(11) (i) آخرت پر یقین تمام نیکیوں کی بنیاد ہے۔ (ii) اس سے انسان کا شعور روشن اور دل بیدار رہتا ہے۔ (iii) انسان کی نظریں دنیا سے بہت آگے آخرت پر ہوتی ہیں اس لیے دنیا کے عارضی سامان کے مقابلے میں انسان کی نظریں بہت بلند ہوجاتی ہیں۔ یوں انسان کی نظریں رب

پر لگ جاتی ہیں تو انسان کے اعمال میں خلوص پیدا ہو جاتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

﴿اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

''یہی لوگ اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' (5)

سوال 1: ﴿اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''یہی لوگ اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''، مخلص لوگوں کے لیے کامیابی کی بشارت ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِكَ﴾ ''وہ ہی لوگ''، یعنی مخلص لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں نماز ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

(2) وہ لوگ جو کامل علم رکھتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں۔

(3) ﴿عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ﴾ ''اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں'' وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ انہیں ایک واضح اور روشن راستہ مل گیا ہے جس پر وہ سوچ سمجھ کر ثابت قدمی سے چل رہے ہیں۔

(4) ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''، جن لوگوں نے رب کی ہدایت کے راستے کو اختیار کر لیا اُنہوں نے کامیابی کے راستے کو اختیار کر لیا۔ جنہوں نے آگ سے نجات پائی۔

(5) جنہوں نے اپنے رب کی رضا، اس کے دنیاوی اور اخروی ثواب کو پا لیا اور اس کی ناراضی اور عذاب سے بچ گئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فلاح کے راستے پر گامزن ہو گئے جس کے سوا فلاح کا کوئی اور راستہ نہیں۔ (تفسیر سعدی: 2088/3)

(6) جو لوگ جنت میں نیک لوگوں کے ساتھ داخل ہوں گے۔ الٰہی! ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما دینا تو کریم ہے، رحیم ہے، عظیم ہے۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت اور دوزخ نے آپس میں جھگڑا کیا، دوزخ نے کہا، مجھ میں بڑے بڑے زور آور اور مغرور لوگ داخل ہوں گے۔ جنت نے کہا، مجھ میں ناتواں اور مسکین لوگ داخل ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے، میں جس کو چاہوں گا تجھ سے عذاب دوں گا اور جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے۔ میں جس پر چاہوں گا تجھ سے رحم کروں گا اور تم دونوں کو بھر دیا جائے گا۔'' (مسلم: 7172)

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾

''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو غافل کر دینے والی بات خریدتا ہے تا کہ وہ علم کے بغیر ہی (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دے اور اس (اللہ کی راہ) کا مذاق بنائے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے'' (6)

سوال 1: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''اورلوگوں میں سے کوئی ہے جو غافل کردینے والی بات خریدتا ہے تاکہ وہ علم کے بغیر ہی (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دے اور اس (اللہ کی راہ) کا مذاق بنائے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے'' غافل کردینے والی مصروفیات اللہ تعالیٰ کے راستے کو گم کروادیتی ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ﴾ ''اورلوگوں میں سے کوئی ہے جو'' لوگوں میں سے کوئی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے چھوڑ دیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی تائید اور توفیق سے محروم ہے۔

(2) ﴿يَّشْتَرِيْ﴾ ''خریدتا ہے'' یعنی جو خود اسے اختیار کرتا ہے اور لوگوں کو اس میں خرچ کرنے کی رغبت دلاتا ہے۔

(3) ﴿لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ ''غافل کردینے والی بات'' یعنی دلوں کو غافل کرنے اور ان کو جلیل القدر مقاصد سے روکنے والے قصے کہانیاں۔ اس آیت کریمہ میں ہر محرم کلام، ہر قسم کی لغویات، ہر قسم کے باطل ہذیانی اقوال جو کفر وفسوق اور عصیان کی ترغیب دیتے ہیں، ان لوگوں کے نظریات جو حق کو ٹھکراتے ہیں اور باطل دلائل کے ساتھ حق کو نیچا دکھانے کے لیے جھگڑتے ہیں، غیبت، چغلی، جھوٹ، سب وشتم، شیطانی گانا بجانا اور غفلت میں مبتلا کرنے والے قصے کہانیاں جن کا دین ودنیا میں کوئی فائدہ نہیں داخل ہیں۔ لوگوں کی یہ صنف ہدایت کی باتوں کو چھوڑ کر کھیل تماشوں پر مشتمل قصے کہانیاں خریدتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2089/3)

(4) یعنی وہ باتیں جو خیر اور معروف کاموں سے روک دیتی ہیں اور وہ ہے گانا بجانا۔ (ایسر التفاسیر: 1173)

(5) جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ''لہو'' وہ چیز جس سے انسان لذت لیتا ہے پھر وہ اسے غافل کردیتی ہے۔ پھر وہ روک لیتی ہے۔ (التعریفات: 204)

(6) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ہر لہو'' باطل ہے جب انسان اس میں مشغول ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے رک جاتا ہے۔ (فتح الباری: 93/11)

(7) لہو ولعب کے نقصانات: (i) لہو ولعب آہستہ آہستہ بندے کا تعلق اپنے رب سے ایسے کاٹ دیتے ہیں جہاں سے اسے محسوس بھی نہ ہو۔ (ii) لہو ولعب میں مشغول رہنے والا شیطان کے گھیرے میں آجاتا ہے اور رحمٰن کے ذکر سے دور چلا جاتا ہے۔ (iii) لہو مسلمان کو باطل کی طرف کھینچ کرلے جاتا ہے۔ (iv) لہو ولعب مال کے ضیاع اور ناحق خرچ کرنے کا باعث بنتا ہے۔ (v) لہو مسلمان کے وقت کو بے فائدہ کاموں میں لگواتے ہیں اور اسے اطاعت اور بھلائی کے کاموں سے روک لیتے ہیں۔ (vi) لہو قلب میں نفاق کی کھیتی بو دیتا ہے اور اس کو شیطان نشوونمائی دیتا ہے اور اس کو خوب صورت اور مزین بناتا ہے حتیٰ کہ وہ خالص منافق بن جاتا ہے۔ (نضرۃ النعیم: 5539/11)

(8) اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''قسم اللہ تعالیٰ کی اس سے مراد گانا اور راگ ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ قسم کھا کر فرمایا کہ ''اس سے مقصد گانا اور راگ راگنیاں ہیں'' یہی قول سیدنا ابن عباس، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ، عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، مکحول، عمرو بن شعیب، ولی بن ہزیمہ رحمہم اللہ علیہم کا ہے۔

(9) امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت گانے بجانے باجوں گاجوں کے بارے میں اتری ہے۔

(10) سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صرف وہی نہیں ہے جو اس لہو ولعب میں پیسے خرچ یہاں مراد خرید سے، اسے محبوب رکھنا اور پسند کرنا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: 188/4)

(11) ﴿لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''تا کہ وہ علم کے بغیر ہی (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دے''، یعنی اپنے فعل میں خود گمراہی کا راستہ اختیار کر کے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ اس کا گمراہ کرنے کا عمل خود اس کی اپنی گمراہی سے جنم لیتا ہے۔ اس کا اس لہو الحدیث سے گمراہ کرنے سے مراد اس کا فائدہ مندبات، عمل نافع، حق مبین اور صراطِ مستقیم سے روکنا ہے اور یہ سب اس وقت تک اس کے لیے تکمیل نہیں پاتا جب تک کہ وہ ہدایت اور حق میں (جسے اللہ تعالیٰ کی آیات لے کر آئی ہیں) جرح وقدح نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق نہیں اڑاتا یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور ان کو لانے والے کا تمسخر اڑاتا ہے۔ جب ایسے شخص میں باطل کی مداح، اس کی ترغیب، حق میں جرح وقدح، حق اور اہلِ حق کے ساتھ استہزاء وتمسخر اکٹھے ہو جاتے ہیں تو وہ بے علم آدمی کو گمراہ کرتا ہے اور اسے ایسی بات بیان کر کے دھوکا دیتا ہے، جس میں گمراہ شخص امتیاز کر سکتا ہے نہ اس کی حقیقت معلوم کر سکتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2090,2089/3)

(12) ﴿وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا﴾ ''اور اس (اللہ تعالیٰ کی راہ) کا مذاق بنائے''، یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے راستے اسلام کو مذاق کا نشانہ بناتے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مومنوں کا اور آیات کا مذاق اڑاتے ہیں وہ اپنے نفس پر ظلم کرتے ہوئے، جہالت سے تمسخر اڑاتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 1174)

(13) یعنی گانا بجانا اس لیے اچھا سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تقدیر میں اس بہانے سے اپنی راہ سے رک جانا لکھا ہے اسی پر ﴿وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا﴾ ''اور اس (اللہ تعالیٰ کی راہ) کا مذاق بنائے'' کو قیاس کر لو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اس لیے اڑاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تقدیر میں یہی لکھ دیا ہے یا گانا بجانا اس لیے سنتے ہیں کہ قرآن عزیز کا مذاق اڑائیں۔ (السراج المنیر: 1536/2)

(14) ﴿أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے'' دردناک عذاب کا سبب یہ ہے کہ وہ خود گمراہ ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑایا اور واضح طور پر انہیں جھٹلایا۔

(15) سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گانے والی لونڈیوں کو مت بیچو اور ان کو گانا مت سکھاؤ ان کی تجارت بہتر نہیں اور ان کی قیمت حرام ہے اور اسی باب میں اتری ہے یہ آیت: ومن الناس سے آخر تک یعنی بعض آدمی ایسا ہے کہ خریدتا ہے کھیل کی بات کو تا کہ گمراہ کرے اللہ کی راہ سے۔'' (جامع ترمذی: 3195)

(16) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اللہ کی قسم انہوں نے جھوٹ نہیں بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میری امت میں ایسے برے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زنا کاری، ریشم کا پہننا، شراب پینا اور گانے بجانے کو حلال بنا لیں گے اور کچھ متکبر قسم کے لوگ پہاڑ کی چوٹی پر (اپنے بنگلوں میں رہائش کرنے کے لیے) چلے جائیں گے۔ چرواہے ان کے مویشی صبح وشام لائیں گے اور

لے جائیں گے، ان کے پاس ایک فقیر آدمی اپنی ضرورت لے کر جائے گا تو وہ ٹالنے کے لیے اس سے کہیں گے کہ کل آنا لیکن اللہ تعالیٰ رات کو ان کو (ان کی سرکشی کی وجہ سے) ہلاک کر دے گا پہاڑ کو (ان پر) گرا دے گا اور ان میں سے بہت سوں کو قیامت تک کے لیے بندر اور سؤر کی صورتوں میں مسخ کر دے گا۔'' (صحیح بخاری:5590)

(17) سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے میرے رب عزوجل نے باجوں گاجوں، مزامیر، بتوں اور صلیبوں اور امر جاہلیت کو مٹانے کا حکم دیا ہے اور میرے عزت اور بزرگی والے رب نے قسم کھائی ہے کہ مجھ کو میری عزت کی قسم میرے بندوں میں سے کوئی بندہ شراب کا ایک گھونٹ نہیں پئے گا مگر میں اس کو اس کی مانند پیپ سے پلاؤں گا اور جو میرے خوف کی وجہ سے اس کو چھوڑے گا مگر میں اس کو پاکیزہ حوضوں سے پلاؤں گا۔ (مشکوۃ:3486/20)

(18) سیدنا ابو عامر یا سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زنا، ریشم، شراب اور موسیقی کو حلال کر لیں گے۔'' (بخاری:5590)

(19) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرج (ایک گاؤں ہے ۷۸ میل پر مدینہ سے) مقام پر جا رہے تھے کہ اچانک سامنے سے ایک شاعر گزرا جو شعر پڑھ رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس شیطان کو پکڑ لو، یا فرمایا: ''اس شیطان کو (اس کام سے) روکو، اگر کسی کا پیٹ پیپ سے بھرا ہوا ہو تو یہ بات اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ اس کا پیٹ (یعنی دماغ) شعروں سے بھرا ہو۔'' (مسلم:5895)

(20) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ شراب کا نام بدل کر اسے پئیں گے اور گانے والیاں ساز بجا کر گانے سنائیں گی، تو اللہ تعالیٰ انہیں (اس جرم کی وجہ سے) زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دے گا۔'' (ابن ماجہ:4020)

(21) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو طرح کی آوازوں پر دنیا میں بھی (اللہ تعالیٰ کی) لعنت ہے اور قیامت کے دن بھی ان پر پھٹکار ہوگی، (پہلی قسم کی آواز) خوشی کے وقت مزمار (یعنی بانسری اور دیگر آلات موسیقی) کی آواز اور (دوسری قسم کی آواز) مصیبت کے وقت بین کرنا۔'' (السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی:427)

(22) سیدنا محمد بن حاطب جمحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حرام اور حلال (نکاح) کے درمیان فرق صرف دف بجانے اور اعلان کرنے کا ہے۔'' (ترمذی:1088)

سوال 2: میوزک کے بارے میں اسلام کا کیا مؤقف ہے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) منتخب کنز الاعمال میں ہے ابو ملیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب شیطان زمین پر اترا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی

اے میرے رب! تو نے مجھے زمین پر اتار دیا اور مجھے مردود ٹھہرایا میرا کوئی گھر مقرر کر؟ فرمایا: غسل خانہ۔ بولا میرے بیٹھنے کی جگہ کونسی ہوگی؟ فرمایا: بازار اور چوک۔ کہنے لگا میرا کھانا؟ فرمایا: وہ کھانا جسے کھاتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی جائے۔ بولا اور میرے پینے کی چیز کیا ہوگی؟ فرمایا: ہر نشہ آور چیز۔ کہنے لگا میرا ڈھنڈورچی، اعلان کرنے والا کون ہوگا؟ فرمایا: باجے۔ بولا میری تلاوت مقرر فرمادیجئے۔ فرمایا: برے شعر۔ شیطان نے کہا میری تحریر کیا ہوگی؟ فرمایا: انسانی جسم میں گود کر اس میں سرمہ بھرنا۔ بولا میری باتیں؟ فرمایا: جھوٹ کہا میرا پیغام رساں کون ہوگا؟ فرمایا: نجومی۔ کہا میرا جال کون سا ہوگا؟ فرمایا: عورتیں۔ (مسنداحمد:1241)

(2) میوزک جادو کی طرح انسان پر غلبہ پانے والی چیز ہے جیسے جادو غلبہ پاتا ہے لیکن جادو کا انسان کو پتہ نہیں چلتا میوزک کا پتہ چلتا ہے وہ میوزک کو برتتا ہے، اس کو انجوائے کرتا ہے اور میوزک کے اثرات مرتب ہوتے ہیں لیکن اثرات ایک جیسے ہیں۔ میوزک کے اثرات زیادہ سخت قسم کے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔'' (بخاری:5146) جیسے جادو کا اثر ہوتا ہے ایسے ہی کسی کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جو ہمیں اپنے سحر میں جکڑ لیتی ہے۔ یہ آواز کا سحر ہے، جادو ہے کسی کی باتیں اتنی اچھی لگتی ہیں جیسے قرآن حکیم میں آتا ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّعۡجِبُكَ قَوۡلُهٗ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيُشۡهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىۡ قَلۡبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الۡخِصَامِ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جس کی بات دنیا کی زندگی میں آپ کو پسند آتی ہے اور جو اس کے دل میں ہے اس پر وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ (جھگڑے میں) سخت جھگڑالو ہے۔'' (البقرہ:204)

(3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو طرح کی آوازوں پر دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور قیامت کے دن بھی ان پر پھٹکار ہوگی۔ پہلی قسم کی آواز لحن اور سُروں سے گانا اور دوسری قسم کی آواز مصیبت کے وقت بین کرنا ہے۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ:427)

(4) اسی طرح سے میوزک اور گانے بجانے والوں کو ملعون قرار دیا۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو آدمی گانے بجانے کا کام کرے یا اس کا اپنے گھر پر اہتمام کرے شادی پر یا کسی اور موقع پر ان دونوں پر لعنت ہے گانے والے پر بھی، اہتمام کرنے والے پر بھی۔'' (بیہقی)

(5) اسلام نے میوزک کو شیطانی اور بے ہودہ کام قرار دیا ہے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ایک بار ایک گانے والی عورت گا رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب یہ گا رہی تھی تو شیطان اس کے دونوں نتھنوں میں پھونک مار رہا تھا جیسے پھونکنی سے لکڑیوں کی آگ جلانے کے لیے اس کو بھڑکایا جاتا ہے ایسے ہی نتھنوں میں پھونک مار کے شیطان اور زیادہ شہوت کو ابھارتا ہے۔'' (مسند احمد)

(6) میوزک شیطانی آواز ہے۔ (i) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھنٹا شیطان کا باجا ہے۔ (مسلم) (ii) جب نبی ﷺ غزوۂ بدر کے لیے نکلے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اونٹوں کی گردنوں سے گھنٹیاں اتار دی جائیں۔ (نسائی، ابن کثیر)

(7) سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا لہوالحدیث سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے تین بار زور دے کر کہا: ''اللہ کی قسم وہ گانا بجانا ہے،

اللہ کی قسم وہ گانا بجانا ہے، اللہ کی قسم وہ گانا بجانا ہے۔'' (ابن کثیر: 188/4)

(8) یزید بن ولید کا قول ہے انہوں نے نصیحت کے طور پر کہا: اے بنو امیہ! راگ سے دور رہو کیونکہ اس سے شرم وحیا ختم ہو جاتی ہے، جنسی ہیجان بڑھتا ہے، وقار اور عزت ختم ہو جاتی ہے۔ شراب سے پیدا ہونے والی قباحتیں راگ سے پیدا ہوتی ہیں اگر تم اس قباحت سے باز نہیں آسکتے تو کم از کم یہ ضرور کرو کہ تمہارا راگ عورتوں کے کانوں تک نہ پہنچے کیونکہ یہ زنا کا زبردست سبب ہے۔ (البدایہ والنھایہ)

(9) میوزک باعثِ عذاب الٰہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو گانے بجانے کی مجلس میں بیٹھے گا قیامت کے روز اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔'' (العلل المتناھیۃ: 300/2) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ شراب کا نام بدل کر اسے پئیں گے اور گانے والیاں ساز بجا کر گانے سنائیں گی، تو اللہ تعالیٰ انہیں (اس جرم کی وجہ سے) زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دے گا۔'' (ابن ماجہ: 4020)

سوال 3: کامیڈی (استہزاء) اور مجالس استہزاء کے بارے میں اسلام کے موقف کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت کا فرمان ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کوئی قوم کسی دوسرے کا مذاق نہ اُڑائے ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں ایک دوسرے کا مذاق اُڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ ہی اپنے لوگوں پر عیب لگاؤ اور نہ ہی ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارو، ایمان کے بعد برا نام (پکارنا) بہت بری بات ہے اور جو لوگ توبہ نہ کریں سو وہی ظالم ہیں۔'' (الحجرات: 11)

(2) ﴿وَلَا تَلْمِزُوْٓا﴾ لمز سے مشتق ہے اور لمز کہتے ہیں زبان کے ساتھ کسی کو طعن کرنے کو اور مراد یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بھی کسی کو برے عیب نہ لگائے اور ﴿تَنَابَزُوْا﴾ سے مراد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص کسی کو برے لقب سے نہ پکارے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ﴾ ہلاکت ہے ہر طعنہ دینے والے، عیب نکالنے والے کے لیے۔'' (الھمزہ: 1)

(3) ''کسی آدمی کے برے ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو حقیر خیال کرے۔'' (مسلم: 2564)

(4) ''تکبر کہتے ہیں حق کو قبول نہ کرنے اور لوگوں کو حقیر خیال کرنے کو۔'' (مسلم: 91)

(5) بعض لوگ حاضرین مجلس کو ہنسانے کے لیے کوئی نہ کوئی کام کرتے ہیں خواہ مزاح ہو یا استہزا ایسے لوگ فرضی قصے، بے حیائی کی باتیں، اور بے ہودہ گوئی کرتے ہیں۔ کبھی کسی شخص کو نشانہ بناتے ہیں اور اس کی نقلیں اتارتے ہیں ان کی چال چلتے ہیں اور ان جیسی آوازیں نکالنے کی کوشش کرتے ہیں مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو ہنسایا جائے ﴿اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ لَا يَرٰى بِهَا بَأْسًا يَهْوِىْ بِهَا سَبْعِيْنَ

خَرِيْفًا فِي النَّارِ﴾ ''بے شک کوئی شخص ایک کلمہ زبان سے نکالتا ہے جس کے بولنے میں وہ کوئی حرج محسوس نہیں کرتا لیکن اس کے سبب آگ میں ستر برس گرتے رہنے کے برابر گر جاتا ہے۔'' (ترمذی:2314)

(6)''اس شخص کے لیے بربادی ہے جو کوئی بات کرتے ہوئے اس غرض سے جھوٹ بولتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے، اس کے لیے ہلاکت و بربادی ہے، اس کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔'' (ابوداؤد:4990)

(7) کامیڈی یعنی لوگوں کا مذاق اڑانے والا اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے اس کے غضب کو آواز دے کر لوگوں کو راضی کرنے کے لیے ہنساتا ہے اور اپنی عزت اور وقار کھو بیٹھتا ہے۔

(9) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جس کا ہنسنا اور مسکرانا بڑھ جائے اس کی ہیبت کم ہو جاتی ہے، جو مزاح کرتا رہتا ہے اسے حقیر سمجھا جاتا ہے، جو شخص کوئی کام کثرت سے کرے وہ اس کی علامت اور پہچان بن جاتی ہے اور وہ اس چیز سے پہچانا جاتا ہے، جس کا کلام زیادہ ہو جائے اس کی لغزشیں اور شرمندگی بھی بڑھ جاتی ہے اور جس کی شرمندگی و لغزشیں کثرت سے ہوں اس میں حیاء کم ہو جاتی ہے اور جس میں حیاء کم ہو جائے اس کا تقویٰ و پرہیزگاری کم ہو جاتی ہے اور جس کی پرہیزگاری کم ہو جائے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔

(10) زیادہ ہنستے رہنا آخرت سے غافل ہونے کی دلیل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تمہیں وہ کچھ معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنسنے لگو اور زیادہ رونے لگو۔'' (بخاری:4621)

(11) ﴿وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصَاهَا﴾ ''اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے نہ چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے'' (الکہف:49) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ صغیرہ اور چھوٹی چیز سے مراد ہے مؤمن کے ساتھ کیے جانے والے استہزاء پر تبسم کے انداز میں مسکرانا اور کبیرہ و بڑی چیز سے مراد ہے استہزاء مؤمن پر قہقہہ مار کر ہنسنا۔

(12) اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ (۲۹) وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ (۳۰) وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ (۳۱) وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ (۳۲) وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ (۳۳) فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ (۳۴) عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ (۳۵) هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (۳۶)﴾

''وہ لوگ جنہوں نے جرم کیے وہ ان پر جو لوگ ایمان لائے، ہنسا کرتے تھے اور جب وہ اُن کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آتے تو مزے لیتے ہوئے واپس آتے تھے اور جب اُنہیں دیکھتے تو کہتے: ''یقیناً یہ بھٹکے ہوئے لوگ ہیں'' حالانکہ وہ اُن پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ سو آج جو لوگ ایمان لائے ہیں، کافروں پر ہنستے ہیں۔ تختوں پر بیٹھے وہ دیکھ رہے ہیں۔ کیا کافروں کو بدلہ مل گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟'' (المطففین:29-36) کبھی استہزاء داڑھی اور پردے وغیرہ

کے متعلق ہوتا ہے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر ایک مجلس میں کسی شخص نے کہا: میں نے ان قراء (قرآن کے قاری) حضرات جیسا عجیب شخص کوئی نہیں دیکھا جو اپنے پیٹوں میں بہت رغبت رکھتے ہوں۔ زبانوں میں بہت جھوٹے ہیں اور دشمن سے ملاقات کے وقت بہت بزدل ثابت ہوتے ہیں۔ اس کی یہ باتیں سن کر ایک دوسرا شخص اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا: تو جھوٹ بول رہا ہے بلکہ تو تو منافق محسوس ہوتا ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتلا کے آتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے کی اطلاع ملی اور قرآن پاک بھی نازل ہوا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو خود دیکھا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے پاس کھڑا ہے پالان کسنے والا چوڑا تسمہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہے نیچے سے پتھر اس کے پاؤں کو زخمی کر رہے ہیں اور وہ کہہ رہا ہے کہ: اے اللہ کے پیغمبر! ہم تو بس یونہی بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے یہ کہتے چلے جا رہے ہیں: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ (٦٥) لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (٦٦)﴾ ''اور یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے کہ درحقیقت بس یونہی ہم ہنس بول رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کر رہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بلاشبہ تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیں تو ایک گروہ کو ہم ضرور عذاب دیں گے، اس وجہ سے کہ یقیناً وہ مجرم تھے۔'' (التوبہ:65، 66)

(13) علمائے کرام کہتے ہیں کہ مومنوں کے ساتھ استہزاء کو، اللہ تعالیٰ، آیات قرآنیہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء شمار کیا گیا ہے۔
(ابن ابی حاتم: 1930,1929/6)

(14) ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ ''تم ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے اس استہزاء والے قول کی بنا پر کافر ہو چکے ہو اور اگر اللہ تعالیٰ تم میں سے بعض کو کچھ دیر کے لیے معاف کر دے تو، سب کے سب کو پھر بھی معاف نہیں کرے گا تم میں سے کسی نہ کسی کو عذاب پہنچتا ہی رہے گا کیونکہ تم اس فسق و فجور سے بھرپور اور گناہ سے بھرا ہوا قول ظاہر کر کے عظیم مجرم بن چکے ہو۔'' (تفسیر ابن کثیر 382,381/2)

سوال 4: خوش طبعی اور مزاح کے بارے میں اسلام کے مؤقف کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: ہنسی مزاح میں بسا اوقات خوش طبعی قلبی انشراح یقیناً موجود ہوتا ہے لیکن اس پر ہمیشگی و دوام اختیار کرنا مذموم خصلت ہے کیونکہ اس میں وقت بے کار جاتا ہے اور کھیل تماشے کی صورت بن کر آدمی ہمیشہ اس میں مشغول رہتا ہے اور ایسا شخص ہر وقت اس حالت پر بھی قائم نہیں رہ سکتا بلکہ بعض اوقات وہ حرام باطل اور مکروہ کام کا ارتکاب بھی کر لیتا ہے نیز مزاح پر ہمیشگی و مواظبت کا نتیجہ ہر وقت ہنستے رہنے کی صورت میں سامنے آتا ہے اور یہ اکثر ہنستے رہنا دل کو مردہ کر دیتا ہے اور خوف و ڈر ذہن سے ختم ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے

کہ لڑائی جھگڑا وغیرہ تو اس لیے منع ہے کہ اس میں تکلیف وضرر ہے کیونکہ اس کے ساتھ مدمقابل بھائی یا دوست کو جھوٹا کہنا پڑتا ہے اسے جاہل کہنا پڑتا ہے لیکن مزاح میں تو خوش طبعی ،فرحت قلبی اور انشراح صدر وغیرہ جیسے مقاصد ہیں کسی کو اذیت نہیں دی جاتی تو اس سے کیوں منع کر دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے! مزاح ہر وقت کرتے رہنا اور اس پر ہمیشگی اختیار کرنا منع ہے اخلاقیات اور تہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے اگر کبھی کبھار ہو جائے تو اس کی گنجائش موجود ہے۔ ہمیشگی سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ یہ کھیل تماشے کی ایک صورت ہے کھیل کود مباح ضرور ہے لیکن اس پر ہمیشگی کرنا مذموم خصلت ہے اور اکثر اس خصلت کو اپنائے رکھنا زیادہ ہنستے رہنے کا باعث ہے اور کثرت سے ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ بعض اوقات وحالات میں کسی کے دل میں یا اپنے دل میں کینہ وبغض پیدا کر دیتا ہے اور ہیبت و وقار کا جنازہ نکال دیتا ہے ،تاہم جس مزاح میں ایسے نتائج سامنے نہ آئیں وہ مذموم بھی نہیں جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اِنِّیْ لَاَمْزَحُ وَلَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا﴾ ’’یقیناً میں بھی مزاح اور خوش طبعی کر لیتا ہوں لیکن کہتا وہی ہوں جو حق اور سچ ہو۔‘‘ (الاحبار:127/3)

سوال 5: کیا نبی ﷺ مزاح کرتے تھے واضح کریں؟

جواب (1) نبی ﷺ خوش طبعی اور مزاح کر لیتے تھے لیکن سچ کہتے تھے۔

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سواری کی درخواست کی ،آپ ﷺ نے فرمایا: ’’میں تمہیں سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دوں گا‘‘، اس آدمی نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! میں اونٹنی کا بچہ کیا کروں گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بھلا اونٹ کو اونٹنی کے سوا کوئی اور بھی جنتی ہے؟‘‘ یہ آپ ﷺ کا اس سے ایک مزاح اور خوش طبعی کا انداز تھا۔ (ترمذی:1991)

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر اخلاق حسنہ کے مالک تھے ،میرا ایک بھائی تھا جسے ہم ابو عمیر کہا کرتے تھے راوی کہتے ہیں کہ غالباً انہوں نے یہ بھی بتلایا تھا کہ اس نے ابھی کچھ عرصہ پہلے ماں کا دودھ پینا ختم کیا تھا اس نے ایک نغیر نامی پرندہ یعنی چڑیا کا بچہ پال رکھا تھا،وہ مرگیا تو رسول اللہ ﷺ جب اس کے پاس جاتے تو ازراہ خوش طبعی فرماتے ﴿یَا اَبَا عُمَیْرِ! مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ﴾ ’’اے ابو عمیر! نغیر کا کیا بنا۔‘‘ (بخاری:6203)

(4) نبی ﷺ بچوں اور خواتین سے خوش طبعی سے پیش آتے تھے کیونکہ ان کے دل کمزور ہوتے ہیں اور خوش طبعی سے وہ مانوس ہو جاتے ہیں۔

سوال 6: مزاح اور خوش طبعی کے بارے میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟

(1) مزاح میں نبی ﷺ کی سنت اختیار کرنے کا ثواب ہے اور اگر سنت اختیار نہ کر سکیں تو پھر ایسے مزاح کو ترک کر دیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہو۔

(2) (i) ایک آدمی نے اپنے بھائی سے کہا: ’’اے میرے پیارے بھائی! کیا تمہارے پاس یہ خبر پہنچی ہے کہ تم آگ میں داخل ہونے والے ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ پھر اس نے پوچھا: کیا تمہارے پاس یہ خبر پہنچی ہے کہ تم اس سے باہر نکل سکو گے؟ اس نے کہا: نہیں۔‘‘ تو وہ کہنے

لگا: پھر ہنسنا اور مسکرانا کاہے کا؟ تو منقول ہے کہ پھر وہ شخص موت تک کبھی ہنستا ہوا نہ دیکھا گیا۔

(ii) سیدنا وہیب بن ورد رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے پاس گئے جو عید الفطر کے موقع پر ہنس کھیل رہے تھے تو وہ کہنے لگے: ''اگر ان لوگوں کو بخشش مل چکی ہے تو یہ شکر گزار لوگوں کا عمل نہیں اور اگر ان کے لیے بخشش نہیں فرمائی گئی تو یہ کام ڈر رکھنے والوں کا نہیں۔'' (iii) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص ہنستے ہوئے کوئی گناہ کرتا ہے وہ روتے ہوئے آگ میں داخل ہوگا۔ (iv) محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: جب تم جنت میں کسی شخص کو روتا دیکھو تو کیا تعجب نہیں کرو گے؟ کسی نے کہا: کیوں نہیں، تو وہ کہنے لگے کہ جو شخص دنیا میں ہنستا ہے حالانکہ اسے یہ بھی علم نہیں کہ میں جنت میں جاؤں گا یا نہیں تو وہ اس شخص سے بھی زیادہ قابل تعجب ہے۔ لہٰذا مذاق اور مزاح سے بچو تا کہ تمہیں حقیر نہ سمجھا جائے زیادہ مت ہنسو ورنہ تمہارا رعب ختم ہو جائے گا، بہت کھل کر مسکرانا ہنسنا اور قہقہے لگانا مذموم فعل ہے صرف اس قدر مسکرانا قابل مدح ہے جس میں صرف تبسم ہو، ہونٹوں پر مسکراہٹ ہو لیکن آواز منہ سے خارج نہ ہو جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ (v) محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''مجھے میری والدہ نے کہا کہ بیٹا بچوں کے ساتھ مزاح اور خوش طبعی نہ کرنا ورنہ تم ان کی نظروں سے گر جاؤ گے۔'' (vii) سیدنا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا: ''بیٹا کسی معزز شخص سے مزاح نہ کرنا ورنہ وہ تیرے متعلق دل میں کینہ رکھے گا اور کسی (دین کے اعتبار سے) گھٹیا انسان سے مزاح نہ کرنا ورنہ وہ تجھ پر جرأت دکھائے گا اور تجھے بھی کچھ سننا پڑے گا۔'' (viii) عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مزاح سے بچو کیونکہ یہ کینہ وحسد اور برے افعال کی طرف لے جانے کا باعث ہے۔ قرآن کے متعلق باتیں کیا کرو، اسی کے متعلق مجلس قائم کیا کرو، اگر یہ تم پر بوجھل محسوس ہونے لگے تو مردوں کی اچھی باتیں بیان کیا کرو۔'' (ix) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ مزاح کو مزاح کیوں کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں تو وہ فرمانے لگے کہ یہ مزاح آدمی کو حق سے ہٹا دیتا ہے (کیونکہ اس کا معنی ہٹا دینے کا ہے)''

(x) کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ہر چیز کے بیج ہوتے ہیں اور دشمنی کا بیج یہ مزاح ہے۔ (xi) ایک قول زریں یہ بھی ہے کہ مزاح عقل کو سلب کرنے والا اور دوستوں کو منقطع کرنے والا ہوتا ہے۔ میں تمہیں خصوصی طور پر اس سے ڈراتا ہوں کہ تم علمائے دین سے مذاق اور استہزاء کرو حتی کہ کسی بھی مسلمان کا مذاق اڑانے سے پرہیز کرو خصوصاً جب کہ تمہارا یہ مذاق اس کے دین پر پابندی اختیار کرنے کے سبب سے ہو۔ میں تمہیں اس سے بھی ڈراتا ہوں کہ تم ان کے متعلق کوئی نکتہ یا قصہ پکڑ کر لوگوں میں مشہور کرو اور حاضرین مجلس کو خوش کرنے اور مسکرانے کے لیے ان کو سناؤ کیونکہ اس کام سے اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا مرتبہ ومقام خطرے میں پڑ جائے گا، بلکہ بعض اوقات اس استہزاء کے نتائج کی بنا پر ایسا عذاب لازم ہو جاتا ہے جو تمہارے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا اور اس عذاب سے بچانے کے لیے تمہارے وہ رفقائے مجلس بھی کچھ کام نہیں آسکتے جن کو ہنسانے کے لیے یہ نکات اور قصے سنایا کرتے تھے اور ادھر علمائے کرام کا یہ فتویٰ بھی موجود ہے کہ جو شخص شریعت اسلامیہ کا مذاق کرتا ہے وہ کافر ہے۔

﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ

﴿فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ﴾

''اور جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، وہ تکبر کرتے ہوئے منہ موڑ جاتا ہے گویا اس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، گویا اُس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں'' (7)

سوال: ﴿وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسۡتَكۡبِرًا كَاَنۡ لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا كَاَنَّ فِىۡۤ اُذُنَيۡهِ وَقۡرًا‌ ۚ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ﴾ ''اور جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، وہ تکبر کرتے ہوئے منہ موڑ جاتا ہے گویا اس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، گویا اُس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں'' غافل کر دینے والے کاموں میں مصروف رہنے والے قرآن سے بے زار رہتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا﴾ ''اور جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں'' یعنی آیات سنا کر اسے ایمان لانے کی دعوت دی جاتی ہے۔

(2) ﴿وَلّٰى مُسۡتَكۡبِرًا﴾ ''وہ تکبر کرتے ہوئے منہ موڑ جاتا ہے'' یعنی وہ آیت کے مقابلے میں تکبر کرتا ہے اور انہیں ٹھکرا کر پیٹھ پھیر لیتا ہے۔ آیات اس کے دل پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوۡ جَعَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا اَعۡجَمِيًّا لَّقَالُوۡا لَوۡلَا فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعۡجَمِىٌّ وَّعَرَبِىٌّ ؕ قُلۡ هُوَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ فِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرٌ وَّهُوَ عَلَيۡهِمۡ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوۡنَ مِنۡ مَّكَانٍۢ بَعِيۡدٍ﴾ ''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟ آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لیے ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ اُن کے حق میں اندھا پن ہے، یہی لوگ ہیں جنہیں دُور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' (فصلت: 44)

(3) ﴿كَاَنۡ لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا﴾ ''گویا اس نے اُنہیں سنا ہی نہیں'' وہ ایسے سنتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں۔

(4) ﴿كَاَنَّ فِىۡۤ اُذُنَيۡهِ وَقۡرًا﴾ ''گویا اُس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے'' گویا وہ بہرہ ہے آواز اس کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ اس کے لیے اسے ہدایت کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿تِلۡكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتۡلُوۡهَا عَلَيۡكَ بِالۡحَـقِّ‌ ۚ فَبِاَىِّ حَدِيۡثٍۢ بَعۡدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤۡمِنُوۡنَ ‏(٦) وَيۡلٌ لِّـكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍۙ ‏(٧) يَّسۡمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتۡلٰى عَلَيۡهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسۡتَكۡبِرًا كَاَنۡ لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا‌ ۚ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ‏(٨) وَاِذَا عَلِمَ مِنۡ اٰيٰتِنَا شَيۡئَا اۨتَّخَذَهَا هُزُوًا‌ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ؕ‏ (٩) مِنۡ وَّرَآئِهِمۡ جَهَنَّمُ‌ ۚ وَلَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُمۡ مَّا كَسَبُوۡا شَيۡئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡلِيَآءَ‌ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ؕ‏ (١٠)﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں اب اللہ تعالیٰ اور اُس کی آیات کے بعد کس بات پر یہ ایمان لائیں

گے؟ ہر سخت جھوٹے گناہ گار کے لیے بڑی ہلاکت ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات سنتا ہے جب وہ اُس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر تکبر کر کے اِصرار کرتا ہے گویا اُس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، چنانچہ آپ ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیں اور جب ہماری آیات میں سے کچھ بھی جان لیتا ہے تو وہ اُس کا مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے توہین آمیز عذاب ہے۔ اُن کے آگے جہنم ہے اور جو اُنہوں نے کمایا اُس میں سے کچھ بھی اُن کے کام نہیں آئے گا اور نہ ہی وہ جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا حمایتی بنا لیا تھا اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے۔'' (الجاثیہ:6-10)

(5)﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ ''اور ہم اس قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مؤمنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور جو ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔'' (بنی اسرائیل:82)

(6)﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے جو بار بار دہرائی جانے والی ہے، اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر اُن کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے تو اُس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔'' (الزمر:23)

(7) لہو ولعب کا شیدائی، رقص و سرور کا متوالا اور گانے بجانے کا شوقین بھلا قرآن کیوں سنے گا، جب اس کے سامنے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس سے منہ موڑ لیتا ہے بلکہ پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے اور بہرا بن جاتا ہے جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں کیونکہ قرآن سننے سے اسے تکلیف پہنچتی ہے مزا تو رہا در کنار قرآن سننے اور پڑھنے کا شوق ہی نہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1536/2)

(8)﴿فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں'' یعنی اسے دردناک عذاب کی ایسی خوشخبری دے دیں جو اس کے دل کو غم سے بھر دے اور اس کے چہرے پر تاریکی کا سایہ ڈال دے۔

(9) یہ عذاب دل اور زبان دونوں کے لیے بہت دردناک ہوگا۔

(10) تمہیں قرآن سننے سے دکھ ہوتا تھا، تم قرآن سن کر غم زدہ اور اداس ہو جاتے تھے تمہارے چہرے پر تاریک سائے لہرانے لگتے تھے۔ یاد رکھو! کل قیامت کے دن کے دردناک عذاب میں ایسا دکھ محسوس کرو گے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ فیصلہ کر لو کس دکھ کو برداشت کر سکتے ہو؟

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ﴾

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، اُن کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں'' (8)

سوال:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے،اُن کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں''،مومنوں کو نعمتوں بھرے باغات کی بشارت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے''،یعنی جولوگ ایمان لائے اللہ تعالیٰ اوراس کی آیات پر ایمان لائے،ان سے اعراض نہ کیا،انہیں قبول کیا اوران پر عمل کیا۔(فتح القدیر:294/4)

(2)﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیک عمل کیے'' وہ لوگ جو نیک عمل کرتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

(3)یعنی جنہوں نے عبادت باطن کو ایمان کے ساتھ اور عبادت ظاہر کو اسلام اور عمل صالح کے ساتھ جمع کیا۔(تفسیر سعدی:2090/3)

(4)﴿لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ﴾ ''اُن کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں''،ان کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں جہاں دل کو سرور روح کو قرار اور بدن کو آرام ملے گا۔

﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں،اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور وہ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے''(9)

سوال1:﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں،اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور وہ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''،وہ نعمت بھری جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے،کبھی نکالے نہ جائیں گے،نہ کبھی اکتائیں گے۔

(2)﴿وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا﴾ ''اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے''،یعنی اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ پورا ہو کر رہے گا وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا وہ بڑے فضل وکرم اور بڑے احسان اور بڑے انعام والا ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(3)﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے''،وہ کامل غلبے اور کامل حکمت کا مالک ہے یہ اس کا غلبہ اور حکمت ہے کہ اس نے جسے توفیق سے نوازنا چاہا نواز دیا،جسے اس کے حال پر چھوڑ کر اس سے الگ ہونا چاہا الگ ہو گیا اور یہ سب کچھ ان کے بارے میں اس کے علم اور اس کی حکمت پر مبنی ہے۔(تفسیر سعدی:2090/3)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''العزیز'' اور ''الحکیم'' سے کیا ثابت کیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ انسانوں کو انجام تک پہنچانے کے لیے قدرت رکھتا ہے غلبہ رکھتا ہے۔

(2)(i)اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ اپنی حکمت سے انسانوں کو مواقع دیتا ہے۔(ii)ان کے لئے حکیمانہ کلام بھیجتا ہے۔(iii)انہیں حکیمانہ طریقے

سے حق کا راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دلاتا ہے۔(iv) انہیں حق کے راستے پر چلاتا ہے۔ انہیں ہدایت کے راستے پر چلاتے ہوئے جنت تک پہنچا دیتا ہے۔

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾

''اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا، تم اُن کو دیکھتے ہو اور اُس نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اُس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اُگائی'' (10)

سوال 1: ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾ ''اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا، تم اُن کو دیکھتے ہو اور اُس نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اُس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اُگائی'' توحید کے دلائل کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا﴾ ''اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا، تم اُن کو دیکھتے ہو'' اس نے آسمانوں کو، ان کی وسعتوں کو، ان کی بلندیوں کو بغیر ستونوں کے بنایا یقیناً ساتوں آسمان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا شاہکار ہیں اسی کی قدرت سے وہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔

(2) ﴿وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ﴾ ''اور اُس نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے'' اس نے پہاڑ زمین میں گاڑ دیئے تاکہ زمین جو پانی پر قائم ہے اس میں ذرا سا بھی خلل نہ آئے اس نے پہاڑوں سے زمین کو دبایا ہوا ہے۔

(3) ﴿وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾ ''اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے'' اس نے زمین پر طرح طرح کے جاندار پیدا کر دیے جن کی شکلوں اور رنگوں اور ان کی تعداد کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1537/2)

(4) ﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا'' اس نے حیوانات کی زندگی کے لیے آسمان سے بارشیں نازل کیں تاکہ زمین سے ہر قسم کی عمدہ چیزیں اگیں۔

(5) ﴿فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾ ''پھر ہم نے اُس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اُگائی'' اور بارش کے پانی سے طرح

طرح کی نفع منداور خوبصورت نباتات اگائیں جن سے سارے جاندار روزی حاصل کرتے ہیں۔

سوال 2: زمین میں پہاڑوں کو رکھنے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: زمین میں پہاڑوں کو بوجھ بنا کر رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ زمین ثابت رہے حرکت نہ کرے اور انسانوں کو حرکت نہ دے سکے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے جانور کس مقصد کے لئے پیدا کئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جانور اس لیے پیدا لیے کہ انسان ان میں سے کچھ کو خوراک بنالے، کچھ کو سواری کے لیے استعمال کرلے اور کچھ کو زینت کے طور پر، خوشی کے حصول کے لیے اپنے پاس رکھے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتار کر کس قسم کے جوڑے پیدا کئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے جوڑے پیدا کئے جوڑوں کی صفت کریم بتائی جس سے مراد ان کے رنگوں کی خوبصورتی بھی ہے اور کثیر فوائد بھی۔

﴿هٰذَا خَلۡقُ اللّٰهِ فَاَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوۡنَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ﴾

''یہ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ ان لوگوں نے جو اُس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں'' (11)

سوال 1: ﴿هٰذَا خَلۡقُ اللّٰهِ فَاَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوۡنَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ﴾ ''یہ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ ان لوگوں نے جو اُس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں'' یہ ہے اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے کوئی جو اس جیسی مثال پیش کر سکے؟ واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا﴾ ''یہ ہے''، یعنی آسمانوں اور زمین کی مخلوقات کے لیے رزق کی فراہمی کا انتظام۔

(2) ﴿خَلۡقُ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی مخلوق'' سب کچھ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے۔ جسے مشرک بھی مانتے ہیں۔

(3) ﴿فَاَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ﴾ ''تو تم مجھے دکھاؤ ان لوگوں نے جو اُس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟'' یعنی جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے، جن کو تم اپنی حاجتوں میں پکارتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو۔ پس اس سے لازم آتا ہے کہ ان کی بھی کوئی تخلیق ہو جیسی اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے، ان کے یہ خودساختہ معبود بھی رزق عطا کرتے ہوں جیسے اللہ تعالیٰ رزق رسانی کرتا ہے۔ اگر تمہارے خودساختہ معبودوں نے ان میں سے کوئی کام کیا ہے تو مجھے بھی دکھاؤ تاکہ تمہارا ان کے بارے میں یہ دعوی ثابت ہو کہ وہ عبادت کے مستحق ہیں۔

(تفسیر سعدی: 2092,2091/3)

(4) یعنی دکھاؤ تمہارے شریکوں نے مچھر کا پر ہی بنایا ہو۔

(5)﴿بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں'' یہ ظاہر ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں دکھا سکتے جو ان باطل معبودوں کی تخلیق ہو کیونکہ مذکورہ تمام اشیاء کے بارے میں وہ اقرار کر چکے ہیں کہ وہ اللہ وحدہ کی تخلیق کردہ ہیں اور ان اشیاء کے علاوہ وہاں کوئی چیز موجود ہی نہیں لہٰذا وہ کسی ایسی چیز کو ثابت کرنے سے عاجز ہیں جو عبادت کی مستحق ہو۔ ان کا ان خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرنا کسی علم اور بصیرت پر مبنی نہیں بلکہ جہالت اور گمراہی کی بنا پر ہے اس لیے فرمایا: ﴿بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ '' بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں''، یعنی جو بالکل صاف، ظاہر اور واضح ہے کیونکہ وہ ایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں جو کسی نفع کی مالک ہیں نہ نقصان کی، جن کے قبضۂ قدرت میں زندگی ہے نہ موت اور نہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھانے پر قادر ہیں اور ان لوگوں نے اپنے خالق اور رازق کے لیے اخلاص کو چھوڑ دیا جو تمام امور کا مالک ہے۔ (تفسیر سعدی: 2092/3)

(6)﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ''آپ کہہ دیں کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا پکارتے ہو؟ مجھے بھی دکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا کچھ پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟ یا ہم نے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس میں سے کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم ایک دوسرے سے دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتے۔'' (فاطر: 40)

(7)﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤﴾ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٥﴾﴾ ''اور کہہ دو کیا تم نے دیکھا جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، مجھے بھی دکھاؤ کہ اُنہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا علم کی کوئی نقل شدہ بات ہی میرے پاس لاؤ اور اُس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہیں پکارتا ہے؟ جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں۔'' (الاحقاف: 5,4)

سوال 2: ظالموں سے یہاں کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: ظالموں سے مراد مشرک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو عبادت کا مستحق سمجھتے ہیں۔

رکوع نمبر 2

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ

﴿وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو! اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے
اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے نیاز بہت تعریفوں والا ہے'' (12)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو! اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے نیاز، بہت تعریفوں والا ہے'' لقمان حکیم رحمہ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے جو حکمت عطا کی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی'' لقمان اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے تھے جنہیں اس نے حکمت سے نوازا تھا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے لقمان رحمہ اللہ علیہ کو حکمت عطا کی اور وہ دین کی سمجھ ہے۔

(3) حکمت سے مراد اللہ تعالیٰ، اس کی توحید، اس کی عبادت اور اس کی اطاعت، اس کا ذکر کرنے پر اس کا شکر ادا کرنا ہے۔

(4) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ نے کہا: حکمت سے مراد فہم، علم اور تدبر ہے۔ (الاساس: 8/4317)

(5) یہ احکام کے علم، ان کے اسرار نہاں اور ان کے اندر موجود دانائی کی معرفت کا نام ہے۔ کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک انسان صاحب علم ہوتا ہے مگر حکمت سے تہی دامن ہوتا ہے۔ رہی حکمت، تو یہ علم کو مستلزم ہے بلکہ عمل کو بھی مستلزم ہے بنابریں حکمت کی علم نافع اور عمل صالح سے تفسیر کی جاتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2093)

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رشک جائز نہیں مگر دو شخصوں پر، ایک اس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور اس بات کی توفیق و ہمت بھی عطا کی ہو کہ وہ اسے (راہ) حق میں صرف کرے اور دوسرے اس شخص پر جسے اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت عطا کی ہو اور وہ اس کے ذریعے سے فیصلے (اور عمل) کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس کی تعلیم دیتا ہو۔ (بخاری: 73)

(7) ﴿اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو'' اس نے تمہارے ہم جنسوں، ہم عمروں اور ہم عصروں میں مخصوص انعام فرما کر فوقیت عطا فرمائی۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1538)

(8) رب العزت نے دو طرح کے لوگوں کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ ''بلاشبہ ہم نے اس کو راستہ دکھا دیا خواہ وہ شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا۔'' (الدھر: 3)

(9) شکر سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچان کر اس کی حمد وثنا کرنا صاحب قاموس نے لکھا ہے شکر کا معنی ہے احسان شناسی اور نعمت کو ظاہر کرنا۔ (تفسیر مظہری:171/9) شکر سے مراد اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنا بھی ہے یہ عملی شکر ہے۔

(10) شکر سے اطاعت کے لیے کوشش کرنا اور پوشیدہ اور مصیبت کے کاموں سے اجتناب کرنا۔ (تفسیر قرطبی:438/1)

(11) (i) وہ امور جو شکر کی طرف لے جاتے ہیں ان میں حلال رزق ہے، اپنے سے کم حیثیت کی طرف دیکھنا۔ (ترمذی:2513)

(ii) قناعت کرنے سے انسان شکر گزار ہو جاتا ہے جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ابو ہریرہ! ورع وتقویٰ والے بن جاؤ، لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے، قانع بن جاؤ، لوگوں میں سب سے زیادہ شکر کرنے والے ہو جاؤ گے، اور لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، مومن ہو جاؤ گے، پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو، مسلمان ہو جاؤ گے، اور کم ہنسا کرو، کیونکہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے"۔ (ابن ماجہ:4217) (iii) اللہ تعالیٰ کے انعامات کا تذکرہ اس کا شکر ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿ابوء لك بنعمتك علی﴾ ''مجھ پر تیری جو نعمتیں ہیں ان کا اقرار کرتا ہوں۔'' (بخاری:630)

(iv) شکر ادا کرنے کی توفیق مانگنے سے انسان شکر ادا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: "اے معاذ! قسم اللہ کی، میں تم سے محبت کرتا ہوں، قسم اللہ کی میں تم سے محبت کرتا ہوں"، پھر فرمایا: "اے معاذ! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں" ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا کبھی نہ چھوڑنا'' ﴿اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ﴾ ''اے اللہ تعالیٰ! اپنے ذکر، شکر اور اپنی بہترین عبادت کے سلسلہ میں میری مدد فرما"۔ (ابوداؤد: 1522)

(12) ﴿وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ﴾ ''اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے'' شکر کا نفع شکر کرنے والے کی طرف ہی لوٹتا ہے'' (i) شکر کرنے والا روزہ دار کی طرح ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "کھانا کھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا (اجر وثواب میں) صبر کرنے والے روزہ دار کے برابر ہے"۔ (ترمذی:2486) (ii) ہدایت کی نعمت شکر گزاروں کو ملتی ہے ﴿وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے انہیں ایک دوسرے سے آزمایا ہے تاکہ وہ کہیں کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو زیادہ جاننے والا نہیں؟'' (الانعام:53) (iii) شکر نعمت کا محافظ ہے۔ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شکر کے ساتھ اور نافرمانی کو ترک کرنے کے ساتھ محفوظ کرو۔ (شعب الایمان:4546)

(iv) شکر سے نعمتوں میں مزید اضافہ ہوتا ہے ﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ "اور جب تمہارے رب نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ یقیناً اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بلاشبہ بڑا سخت ہے'' (ابراہیم:7) (v) شکر گزاری کی وجہ سے انسان کا نفس پاک ہوتا ہے اور وہ نیک کاموں میں

آگے بڑھتا ہے۔

(13) ﴿وَمَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيۡدٌ﴾ ''اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے نیاز، بہت تعریفوں والا ہے'' جو کوئی شکر ادا نہیں کرتا تو اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے جو کوئی اس کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اس کے بارے میں فیصلہ کرنے میں وہ بے نیاز اور قابل ستائش ہے، اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اس کی ذات کا لازمہ ہے اس کا اپنی صفات کمال اور خوبصورت کاموں میں قابل ستائش ہونا اس کی ذات کا لازمہ ہے۔اس کے ان دونوں اوصاف میں سے ہر وصف صفت کمال ہے اور دونوں اوصاف کا مجتمع ہونا گویا کمال کے اندر کمال کا اضافہ ہے۔ (تفسیر سعدی:2093/3)

(14) اللہ تعالیٰ ناقدروں، ناشکروں کی شکر گزاری کا محتاج نہیں وہ بے پناہ خوبیوں والا ہے۔اگر ساری زمین کے انسان ناشکرے بن جائیں تو اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔

(15) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! تم میرا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ مجھے فائدہ پہنچا سکتے ہو، اگر تمہارے اگلے پچھلے اور تمہارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں بڑا پرہیز گار شخص ہو تو اس سے میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہیں ہوگا اور اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور تمہارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سب سے بڑا بدکار شخص ہو تو اس سے میری سلطنت کو کچھ نقصان نہیں ہوگا۔'' (مسلم:6572)

سوال 2: سیدنا لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے حکمت کے حصول کے کیا اسباب بتائے؟

جواب: سیدنا لقمان رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ عقل و فہم کیسے حاصل ہوا انہوں نے کہا راست بازی، امانت اور بے فائدہ باتوں سے اجتناب کرنے اور خاموشی کی وجہ سے۔

سوال 3: سیدنا لقمان رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت کا کوئی واقعہ تحریر کریں؟

جواب: یہ مشہور واقعہ ہے کہ سیدنا لقمان رحمۃ اللہ علیہ غلام تھے ان کے آقا نے کہا کہ بکری ذبح کر کے سب سے بہترین دو حصے لاؤ چنانچہ وہ دل اور زبان نکال کر لے آئے ایک دوسرے موقع پر ان کے مالک نے ان سے کہا دو سب سے برے حصے نکال کر لاؤ تو وہ دل اور زبان نکال کر لے آئے۔ان کے مالک نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اگر یہ دونوں صحیح ہوں تو سب سے بہتر ہیں اور اگر بگڑ جائیں تو ان سے بری چیز نہیں۔

﴿وَاِذۡ قَالَ لُقۡمٰنُ لِابۡنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَىَّ لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ﴾

''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اُس کو نصیحت کر رہا تھا، اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ

کرنا، بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے''(13)

سوال1:﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اُس کو نصیحت کر رہا تھا، اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے'' شرک بہت بڑا ظلم ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ﴾''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اُس کو نصیحت کر رہا تھا'' یاد کرو جب لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی اور اسے اوامر و نواہی سمجھائے۔ پدری شفقت کے تحت اسے حکمت کی بات سمجھائی۔﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ﴾''اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا'' سب سے پہلا حق اللہ تعالیٰ کا ہے اس کے حق میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرنا ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو اخلاص کا حکم دیا۔

(2)﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾''بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے'' شرک سے ڈراتے ہوئے لقمان حکیم نے کہا کہ یہ ایسا ہلاک کرنے والا گناہ ہے کہ اس کے مقابلے کا کوئی اور گناہ نہیں اس لیے ہمیشہ شرک سے بچنا۔

(3) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آیت﴿وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾اتری تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین لرز گئے اور کہنے لگے ایسا کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو؟ (یعنی اس سے گناہ نہ ہوا ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اس کا مطلب یہ نہیں جو تم خیال کر رہے ہو اس آیت میں ظلم کا مطلب وہ ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ''اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا کیونکہ شرک بہت برا ظلم ہے''﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾''اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔''(بخاری:4629)

(4) اس کے ظلم عظیم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی بُرا نہیں جو مٹی سے بنی ہوئی مخلوق کو کائنات کے مالک کے مساوی قرار دیتا ہے وہ اس ناچیز کو جو کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتی اس ہستی کے برابر سمجھتا ہے جو تمام اختیارات کی مالک ہے۔ جو ناقص اور ہر لحاظ سے محتاج ہستی کو رب کامل کے برابر مانتا ہے جو ہر لحاظ سے بے نیاز ہے وہ ایسی ہستی کو جس کے پاس اتنا بھی اختیار نہیں کہ وہ ذرّہ بھر بھی کسی کو نعمت عطا کر سکے ایسی ہستی کے مساوی قرار دیتا ہے کہ مخلوق کے دین و دنیا، آخرت اور ان کے قلب و بدن میں جو بھی نعمت ہے وہ اسی کی طرف سے ہے اور اس ہستی کے سوا کوئی تکلیف دور نہیں کر سکتا۔ کیا اس سے بھی بڑا کوئی ظلم ہے؟ (تفسیر سعدی:3/2094)

(5) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور میرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کجاوہ کی پچھلی لکڑی کے سوا اور کوئی چیز حائل نہیں تھی اسی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا معاذ! میں بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں حاضر ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمابرداری کے لیے تیار ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر تک چلتے رہے۔ اس کے بعد فرمایا:

یا معاذ! میں بولا یا رسول اللہ ﷺ! حاضر ہوں آپ ﷺ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے اس کے بعد فرمایا: ''یا معاذ! میں نے عرض کیا حاضر ہوں، یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر کیا حق ہیں؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر حق یہ ہیں کہ بندے خاص اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے اس کے بعد فرمایا: ''معاذ! میں نے عرض کیا، حاضر ہوں یا رسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''تمہیں معلوم ہے بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے۔ جب کہ وہ یہ کام کرلیں، میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا کہ پھر بندوں کا اللہ پر حق ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ کرے۔'' (بخاری کتاب الجہاد:5967)

(6) سیدنا لقمان رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت سے والد کی ذمہ داریوں کے بارے میں یہ پتہ چلتا ہے کہ بچوں کو شرک سے بچانا، شرک کی حقیقت کو سمجھانا، شرک نہ کرنے کی تعلیم دینا یہ والد کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے۔

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾

''اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے'' (14)

سوال 1: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے'' والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ﴾ ''اور ہم نے انسان کو وصیت کی'' یعنی ہم نے اس سے عہد لیا اور ہم اس کے بارے میں سوال کریں گے کہ اس نے اپنے عہد کی حفاظت کی ہے یا نہیں؟

(2) ﴿بِوَالِدَيْهِ﴾ ''اُس کے والدین کے بارے میں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ ''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ

کرواوروالدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔'' (بنی اسرائیل:23)

(3)﴿حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ﴾''اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا'' رب العزت نے اس سبب کا ذکر فرمایا ہے جو ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کا موجب ہے تمہاری ماں نے تمہیں دکھ پر دکھ اٹھا کر تمہیں پیٹ میں رکھا اس کا کھانے کو جی نہیں چاہتا تھا، کھالیتی تھی تو دل متلاتا تھا، کھایا پیا قے کر دیتی تھی۔ تمہاری ماں تمہارے حمل کے دوران صحت سے زیادہ بیماری کے قریب رہتی تھی۔ کمزوری اور حمل کا بوجھ اٹھا کر مشقت والے دن بسر کرتی تھی اور وضع حمل کے وقت وہ زندگی سے زیادہ موت کے قریب تھی پھر ماں راتوں کو نیند حرام کر کے دن رات تمہاری خدمت میں لگی رہتی تھی اس لیے وہ تمہارے حسن سلوک کی زیادہ مستحق ہے۔

(4) نبی ﷺ سے کسی نے سوال کیا میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ۔'' (بخاری: 5971)

(5) اولاد ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کے لیے اپنے رب سے دعا کرے جیسا کہ فرمایا﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾''اور ان کے لیے تواضع کا بازو رحم دلی سے جھکائے رکھو اور کہو کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسے اُنھوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا۔'' (بنی اسرائیل:24)

(6) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری ماؤں کی نافرمانی کو حرام کیا ہے۔ (بخاری:2548)

(7)﴿وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ﴾''اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے'' یعنی وہ اپنی ماں کی پرورش، کفالت اور رضاعت کا محتاج ہوتا ہے۔ کیا اس ہستی کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کیا جائے جو شدید محبت کے ساتھ اپنے بچے کی خاطر یہ سختیاں برداشت کرتی ہے اور اس کے بیٹے کو اس کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید اور وصیت نہ کی جائے؟ (تفسیر سعدی:2095/3)

(8) دودھ پلانے کا حکم رب العزت نے دیا ہے﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ ''اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں، یہ اس کے لیے ہے جو ارادہ رکھے کہ رضاعت کی مدّت کو پورا کرے۔'' (البقرۃ:233)

(9)﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ﴾''کہ میرا شکر ادا کرو'' یعنی میرے حقوق ادا کر کے، میری بندگی، میری اطاعت اور عبودیت کو قائم کر کے میرا شکر ادا کرو اور میری دی ہوئی نعمتوں کو معصیت اور گناہ کے کاموں میں استعمال نہ کرو۔

(10)﴿وَلِوَالِدَيْكَ﴾''اور اپنے والدین کا بھی'' اور اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، ان کے ساتھ نرمی سے بات کرو، ان کے

سامنے تواضع کے ساتھ رہو، ان کا اکرام اور عزت کرو، ان کی ذمہ داریوں کو اٹھاؤ، ان کے ساتھ بھلی بات کرو، ان کی خدمت کرو، ان کو وقت دو، ان کے ساتھ برا سلوک نہ کرو، ان کے ساتھ احسن کلام اور اچھے طرزِ عمل سے ان کا شکر ادا کرو۔

(11) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی، میں آپ ﷺ سے ہجرت اور جہاد کی بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا، دونوں زندہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ سے اجر چاہتا ہے؟ اس نے کہا، ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے ماں باپ کے پاس لوٹ جا اور ان سے نیک سلوک کر۔ (مسلم:6506)

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی لڑکا جھولے میں (یعنی شیر خوارگی میں) نہیں بولا: مگر تین لڑکے۔ ایک تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دوسرے، جریج کا ساتھی اور جریج کا قصہ یہ ہے کہ وہ ایک عابد شخص تھا سو اس نے ایک عبادت خانہ بنایا اسی میں رہتا تھا۔ اس کی ماں آئی وہ نماز پڑھ رہا تھا، ماں نے پکارا ''اے جریج!'' وہ بولا: اے رب! میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں، آخر وہ نماز ہی میں رہا اس کی ماں پھر گئی۔ پھر جب دوسرا دن ہوا، پھر آئی اور پکارا: اے جریج! وہ بولا: یا اللہ! میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں، آخر وہ نماز ہی میں رہا۔ اس کی ماں بولی: یا اللہ! اس کو مت مارنا جب تک بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھے۔ پھر بنی اسرائیل نے جریج کا اور اس کی عبادت کا چرچا شروع کیا۔ اور بنی اسرائیل میں ایک بدکار عورت تھی جس کی خوبصورتی سے مثال دیتے تھے۔ وہ بولی: اگر تم کہو تو میں جریج کو بلا میں ڈال دوں، پھر وہ عورت جریج کے سامنے گئی، لیکن جریج نے اس طرف خیال بھی نہ کیا۔ آخر وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو جریج کے عبادت خانہ کے پاس ٹھہرا کرتا تھا اور اجازت دی اس کو اپنے سے صحبت کرنے کی، اس نے صحبت کی، وہ پیٹ سے ہوئی اور جب بچہ جنا تو بولی: کہ یہ بچہ جریج کا ہے لوگ یہ سن کر جریج کے پاس آئے اور اس سے کہا: اتر اور اس کا عبادت خانہ گرا دیا اور اس کو مارنے لگے وہ بولا: کیا ہوا تم کو؟ انہوں نے کہا: تو نے زنا کیا اس بدکار عورت سے، وہ ایک بچہ بھی جنی ہے تجھ سے۔ جریج نے کہا: وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ اس کو لائے، جریج نے کہا: ذرا مجھ کو چھوڑو میں نماز پڑھ لوں، پھر نماز پڑھی اور آیا اس بچہ کے پاس اور اس کے پیٹ کو ایک گھونسا دیا اور بولا: اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ وہ بولا: فلانا چرواہا ہے۔ یہ سن کر لوگ دوڑے جریج کی طرف اور اس کو چومنے چاٹنے لگے اور کہنے لگے تیرا عبادت خانہ ہم سونے سے بنا دیتے ہیں۔ وہ بولا: نہیں مٹی سے پھر بنا دو جیسا تھا۔ لوگوں نے بنا دیا۔ تیسرا ایک بچہ تھا جو اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا اتنے میں ایک سوار نکلا عمدہ جانور پر ستھری پوشاک والا۔ اس کی ماں نے کہا: یا اللہ! میرے بیٹے کو ایسا کرنا۔ بچے نے یہ سن کر چھاتی چھوڑ دی اور اس سوار کی طرف دیکھا اور کہا: یا اللہ! مجھ کو ایسا نہ کرنا، پھر چھاتی میں جھکا اور دودھ پینے لگا۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: گویا میں نبی ﷺ کو دیکھ رہا ہوں اور نبی ﷺ اس بچے کے دودھ پینے کی نقل کرتے تھے اس طرح پر کہ کلمہ کی انگلی اپنے منہ میں ڈال کر چوستے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''پھر لوگ ایک لونڈی کو لے کر نکلے جس کو مارتے جاتے تھے اور کہتے تھے: تو نے زنا کرایا اور چوری

کی۔ وہ کہتی تھی: اللہ مجھے کفایت کرتا ہے اور وہی میرا وکیل ہے۔ بچے کی ماں بولی: یا اللہ! میرے بچہ کو اس لونڈی کی طرح نہ کرنا۔ یہ سن کر بچے نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور اس لونڈی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا: یا اللہ! مجھ کو اس لونڈی کی طرح کرنا۔ اس وقت ماں اور بیٹے میں گفتگو ہوئی۔ ماں نے کہا: او سر منڈے! جب ایک شخص اچھی صورت والا نکلا اور میں نے کہا: یا اللہ! میرے بیٹے کو ایسا کرنا تو تو نے کہا: یا اللہ! مجھ کو ایسا نہ کرنا اور یہ لونڈی کو لوگ مارتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں تو نے زنا کیا، چوری کی، تو میں نے کہا: یا اللہ! میرے بچے کو اس کی طرح نہ کرنا۔ تو کہتا ہے: یا اللہ! مجھ کو اس کی طرح کرنا (یہ کیا بات ہے؟)۔ بچہ بولا: وہ سوار ایک ظالم شخص تھا، میں نے دعا کی یا اللہ! مجھ کو اس کی طرح نہ کرنا اور لونڈی پر لوگ تہمت کرتے ہیں، کہتے ہیں تو نے زنا کیا، چوری کی، حالانکہ نہ اس نے زنا کیا ہے اور نہ چوری کی ہے، تو میں نے کہا: یا اللہ! مجھ کو اس کے مثل بنا۔" (مسلم:6509)

(13) سیدنا ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟'' ہم نے عرض کہا: ضرور بتایئے یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے بتایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔'' آپ ﷺ اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے، اب آپ ﷺ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: ''آگاہ ہو جاؤ جھوٹی بات بھی اور جھوٹی گواہی بھی (سب سے بڑے گناہ ہیں) آگاہ ہو جاؤ جھوٹی بات بھی اور جھوٹی گواہی بھی۔ آپ ﷺ اسے مسلسل دہراتے رہے اور میں نے سوچا کہ آپ ﷺ خاموش نہیں ہوں گے۔ (بخاری:5976)

(14) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ناک خاک آلود ہوگئی، پھر ناک خاک آلود ہوگئی، پھر ناک خاک آلود ہوگئی۔'' عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون آدمی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے والدین میں سے ایک یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا، پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔'' (مسلم:6510)

(15) ﴿اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ ''میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے'' اے انسان! تو نے لوٹ کر تو میرے پاس آنا ہے میں تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دوں گا میں تم سے تمہاری ذمہ داریوں کے بارے میں سوال کروں گا کہ تو نے انہیں پورا کیا یا میرے حکم، میرے عہد، میری وصیت کو ضائع کر دیا۔ اگر تو نے میرے حکم کو نہ مانا تو میں تجھے بدترین سزا دوں گا۔

(16) اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ شعور دلایا ہے کہ والدین کے ساتھ تعلق عارضی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے اس لیے جب لوٹنا اس کی طرف ہے تو سارے تعلقات کو اپنی حیات کو شعوری طور پر اس کی طرف لوٹا دو اس کے حوالے کر دو۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اولاد کو والدین سے حسن سلوک کی وصیت کیوں کی ہے؟

جواب: (1) والدین اولاد کے لیے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ (2) والدین اولاد کی پرورش اور تربیت کے لیے بہت زیادہ مشقت اٹھاتے ہیں۔

(3) والدین اپنی جوانیاں گلاتے ہیں تب بچے جوان ہوتے ہیں والدین کا حق بنتا ہے کہ اولاد ان کے ساتھ حسن سلوک کرے اس لیے اللہ تعالیٰ

نے اولاد کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کی۔(4) والدین اپنی ہر قیمتی چیز بچوں کے لئے قربان کر دیتے ہیں۔(5) والدین بچوں پر سب کچھ قربان کر دیتے ہیں احسان نہیں جتلاتے خوشی محسوس کرتے ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر کو والدین کے شکریے پر کیوں مقدم رکھا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ اگر چہ والدین کا بڑا حق ہے لیکن رب کا حق سب سے بڑا ہے۔ اس لیے پہلے رب کا شکر ادا کرنا ہے۔

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتا دوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے'' (15)

سوال 1: ﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا﴾ ''اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو'' والدین کے دباؤ سے نہ دین چھوڑو نہ حسنِ سلوک آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ﴾ ''اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں''، یعنی اگر تمہارے ماں باپ دونوں کوشش کریں تم پر دباؤ ڈالیں۔

(2) ﴿عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ ''کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا''، یعنی اگر والدین شرک کی طرف یا اپنے دین کی طرف ترغیب دیں اور وہ چاہیں کہ آپ ان کے نقشِ قدم پر چلو اور ان کے دین پر قائم رہو تو آپ ان کی بات ہرگز نہ مانو۔

(3) آپ کہیں یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ کے دین سے روکنے کے لیے اور شرک کے لیے والدین دباؤ ڈالیں تب بھی ان کی اطاعت کرنا حسن سلوک میں شامل ہے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کا حق فائق ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ﴾ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ (المعجم الکبیر: 384)

(4) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے بارے میں قرآن مجید کی کئی آیتیں نازل ہوئیں۔ وہ کہتے ہیں (ایک آیت اس وقت نازل ہوئی جب) ان کی ماں نے قسم کھائی کہ وہ ان سے اس وقت تک بات نہیں کرے گی، جب تک وہ اپنا دین اسلام نہ چھوڑ

دیں اور اس عرصہ میں وہ نہ کچھ کھائے گی اور نہ پیئے گی، پھر وہ کہنے لگی، (سعد!) تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے ماں باپ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے اور میں تیری ماں ہوں اور میں تجھے اس بات کا حکم دیتی ہوں (کہ تو دین اسلام چھوڑ دے)۔ پھر تین دن تک وہ اس حالت میں رہی کہ نہ کچھ کھایا اور نہ پیا، یہاں تک کہ بھوک کی وجہ سے اس پر غشی طاری ہوگئی۔ آخر ان کا ایک بیٹا، جس کا نام عمارہ تھا، کھڑا ہوا اور اس نے اسے پانی پلایا۔ وہ (پانی پی کر) سعد کو بددعا دینے لگی، تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ ۚ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ وَهۡنًا عَلٰى وَهۡنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِىۡ عَامَيۡنِ اَنِ اشۡكُرۡ لِىۡ وَلِوَالِدَيۡكَ ؕ اِلَىَّ الۡمَصِيۡرُ (١٤) وَاِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنۡ تُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَـيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ۙ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَصَاحِبۡهُمَا فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا ۡ وَّاتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَىَّ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کر و اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتا دوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (لقمان:15,14)(مسلم:6238)

(5) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر لشکر روانہ کیا اور اس کا امیر ایک انصاری صحابی (عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ) کو بنایا اور لشکریوں کو حکم دیا کہ سب اپنے امیر کی اطاعت کریں پھر امیر کسی وجہ سے غصہ ہو گئے اور اپنے فوجیوں سے پوچھا کہ کیا تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں فرمایا ہے؟ سب نے کہا کہ ہاں فرمایا ہے انہوں نے کہا پھر تم سب لکڑیاں جمع کرو، انہوں نے لکڑیاں جمع کیں تو امیر نے حکم دیا کہ اس میں آگ لگاؤ اور انہوں نے آگ لگا دی۔ اب انہوں نے حکم دیا کہ سب اس میں کود جاؤ۔ فوجی کود جانا ہی چاہتے تھے کہ انہی میں سے بعض نے بعض کو روکا اور کہا کہ ہم تو اس آگ ہی کے خوف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے ہیں! ان باتوں میں وقت گزر گیا اور آگ بھی بجھ گئی اس کے بعد امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا جب اس کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس میں کود جاتے تو پھر قیامت تک اس میں سے نہ نکلتے۔ اطاعت کا حکم صرف نیک کاموں کے لیے ہے۔ (بخاری:4340)

(6) اللہ تعالیٰ نے یہ بھی اجازت نہیں دی کہ اگر وہ آپ پر دباؤ ڈالیں تو ان کی نافرمانی کرو اور بدسلوکی کرو۔

(7) ﴿وَصَاحِبۡهُمَا فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا﴾ ''اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ معروف طریقے سے برتاؤ کرتے رہنا'' دنیا میں ان کے ساتھ معروف طریقے سے رہنا اور اچھا برتاؤ کرنا ہے دنیا میں ان سے پیار محبت کے ساتھ رہو اور احسان کے بدلے احسان کرتے رہو۔

سوال 2: ﴿وَّاتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَىَّ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتا دوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے'' دین میں

ان لوگوں کی پیروی کرو جو میری طرف جھکے ہوئے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَىَّ﴾ ''اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا'' یعنی محمد ﷺ کی پیروی کرو۔ (2) یعنی اس راستے کی پیروی کرو جو مجھ تک پہنچتا ہے یعنی توبہ اور اخلاص کے ساتھ میرے راستے پر چلو۔ (فتح القدیر: 4/298)

(3) سارے جہان والوں کو وصیت ہے کہ انبیاء اور صالحین کی پیروی کریں۔ (تفسیر الثعالبی: 4/321)

(4) یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اپنے رب کے سامنے سرتسلیم خم کرتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(5) ﴿ثُمَّ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ﴾ ''پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے'' یعنی فرماں بردار اور نافرمان اور وہ لوگ جن کے محرکات اور ارادے اللہ تعالیٰ کی مرضی کی طرف مائل ہیں اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں سب نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔

(6) ﴿فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''تو میں تمہیں بتادوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ سے کسی کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں وہ ہر ایک کو اچھے اور برے اعمال کی جزا دے گا۔

﴿يٰبُنَىَّ اِنَّهَاۤ اِنۡ تَكُ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ فَتَكُنۡ فِىۡ صَخۡرَةٍ اَوۡ فِى السَّمٰوٰتِ اَوۡ فِى الۡاَرۡضِ يَاۡتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيۡفٌ خَبِيۡرٌ﴾

''اے میرے چھوٹے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں تو اللہ تعالیٰ اُس کو لے آئے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بیں، پوری خبر رکھنے والا ہے'' (16)

سوال: ﴿يٰبُنَىَّ اِنَّهَاۤ اِنۡ تَكُ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ﴾ ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر بھی ہو'' رائی کے دانے کے برابر عمل کو بھی اللہ تعالیٰ لے آئے گا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے لطیف و خبیر ہونے کا شعور دلاتے ہوئے کہا اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر ہو اور جو بہت ہی چھوٹا اور حقیر ذرہ ہے۔ (2) ﴿فَتَكُنۡ فِىۡ صَخۡرَةٍ﴾ ''پس وہ کسی چٹان میں ہو'' یعنی وہ ذرّہ کسی چٹان کے درمیان میں چلا جائے۔

(3) ﴿اَوۡ فِى السَّمٰوٰتِ﴾ ''یا آسمانوں میں'' یا آسمانوں میں، ستاروں اور سیاروں کے درمیان یا آسمان کی کسی بھی جہت میں ہو۔

(4) ﴿اَوۡ فِى الۡاَرۡضِ﴾ ''یا زمین میں'' یا زمین کے نیچے، زمین کی تہوں میں کہ اگر ذرّہ زمین کی تہوں میں ہو اللہ تعالیٰ اس کو لے آئے گا۔

(5) ﴿يَاۡتِ بِهَا اللّٰهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُس کو لے آئے گا'' اللہ تعالیٰ اسے اپنے وسیع علم اور کامل خبر اور کمال قدرت سے اسے لے آئے گا۔

(6) یعنی اللہ تعالیٰ جب قیامت کے دن انصاف کے ترازو نصب کرے گا تو ظلم اور گناہ کو حاضر کر دے گا اور پورا پورا بدلہ دے گا۔ جیسا کہ

فرمایا:﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾ ''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں'' (الانبیاء:47) ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ (۷) وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (۸)﴾ ''تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا'' (الزلزال:8,7) (مختصر ابن کثیر:1541/2)

(7)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ باریک بین، باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ باریک علم والا ہے۔ وہ آنکھ سے نظر نہ آنے والی چیزوں کو بھی دیکھتا ہے۔ وہ تاریک رات میں چیونٹی کی چال کو بھی دیکھتا ہے۔ وہ جو کالی رات کے اندھیرے میں مچھر کو اس کے پر پھیلاتے ہوئے دیکھتا ہے جو اس کی رگیں اس کے سینے میں دیکھتا ہے اور اس کے دماغ اور اس کی باریک ہڈیوں کے بیچ اور اس کے حلق کی رگوں میں خون دوڑتے ہوئے اور ایک جوڑ سے دوسرے جوڑ تک جاتے ہوئے دیکھتا ہے۔ وہ جو بچے کو ماں کے پیٹ کے اندرونی اندھیرے میں پرورش پاتے ہوئے دیکھتا ہے۔ وہ اس کی تیز حرکات میں اس کے قدم دیکھتا ہے وہ جو تمام مخلوقات کو سمندر کی تاریک گہرائیوں کے نیچے دیکھتا اور سنتا ہے۔

(8) اگر کوئی باریک سے باریک ذرہ بھی چٹان کے اندر ہو اللہ اپنے علم کی لطافت سے اسے ظاہر فرما دے گا نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی کسی ایسی ٹھوس چٹان میں جا کر عمل کرے جس کا نہ کوئی دروازہ ہو اور نہ کوئی سوراخ اس کو بھی اللہ تعالیٰ ظاہر فرما دے گا خواہ وہ نیک ہو یا بد۔ (مسند احمد)

(9)﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔'' (الانعام:59)

﴿يٰبُنَىَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾

''اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کرو اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور جو مصیبت بھی تم پر آئے اس پر صبر کرو یقیناً یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے'' (17)

سوال 1:﴿يٰبُنَىَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ

الْاُمُوْرِ﴾ ''اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کرو اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور جو مصیبت بھی تم پر آئے اس پر صبر کرو۔ یقینا یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے'' ہمت کے کاموں کی وصیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وضاحت کی کہ انسان اچھا یا بُرا کام خواہ کتنا ہی چُھپ کر کرے اللہ تعالیٰ سے چھپ نہیں سکتا اس کے سارے اعمال کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور جیسے رائی کے دانے کو نکال کر لے آئے گا ایسے ہی انسان کے عمل کو بھی اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کا گہرا شعور دلانے کے بعد نماز قائم کرنے کا حکم دیا کہ یہی شعور نماز کو احسان کے درجے تک لے جاتا ہے جیسا کہ حدیثِ جبرائیل علیہ السلام میں ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیدنا جبرائیل علیہ السلام آئے اور پوچھنے لگے کہ اسلام کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ''اسلام یہ ہے کہ تم خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ فرض ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔'' (بخاری: 50)

(2) ﴿یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ﴾ ''اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کرو'' حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کی ترغیب دی کہ یہ سب سے بڑی بدنی عبادت ہے۔

(3) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہر دین کی اصل اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔'' (ترمذی: 2616)

(4) ﴿وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''اور نیکی کا حکم دو'' لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے احکامات کی اتباع کا حکم دو۔

(5) ﴿وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ''اور برائی سے روکو'' لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور حرام میں پڑنے سے روکو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ''اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں۔'' (التوبہ: 71)

(6) یہ آیتِ کریمہ اس بات پر دال ہیں کہ نیکی پر عمل کر کے اور برائی کو ترک کر کے خود اپنی ذات کی تکمیل کی جائے پھر نیکی کا حکم دے کر اور برائی سے روک کر دوسروں کی تکمیل کی جائے چونکہ یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہے کہ جب بندہ نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا تو لامحالہ اسے آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا نیز اس راستے میں نفس کو مشقت بھی اٹھانا پڑتی ہے اس لیے اس کو اس پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2096) لہٰذا فرمایا: (7) ﴿وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَكَ﴾ ''اور جو مصیبت بھی تم پر آئے اس پر صبر کرو'' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرتے ہوئے جو مصیبت بھی تم پر آئے اس پر صبر کرو اور لوگوں کے تکلیفیں پہنچانے کی وجہ سے اس کام سے نہ رکنا۔

(8) ﴿اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ ''یقیناً یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے'' یعنی نماز قائم کرنا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں لوگوں کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر کرنا ایسے امور ہیں جن کا عزم کے ساتھ اہتمام کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان

کاموں کی توفیق اولوالعزم لوگوں کو دیتے ہیں۔

سوال 2: سیدنا لقمان رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے بیٹے کو نصیحت سے والد کی ذمہ داریوں کے بارے میں کیا پتا چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ والد کو اپنی اولاد کے نماز قائم کرنے اور اصلاح معاشرہ میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے تیار کرنا چاہیے۔ اپنی ذاتی اصلاح اور بین الانسانی تعلقات کی درستگی، رب کی اطاعت پر کاربند رہنے کے لیے صبر کرنے کا حکم ہے اس بارے میں بھی بتانا چاہیے۔

﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾

''اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کرو اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو، یقیناً اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا'' (18)

سوال 1: ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ ''اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کرو اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا'' غرور سے اجتناب کی وصیت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ﴾ ''اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کرو'' جب تم لوگوں سے بات کرو تو انہیں حقیر جان کر غرور سے منہ نہ پھیرو۔ (2) ﴿لَا تُصَعِّرْ﴾ 'صعر' سے مشتق ہے جو اونٹ کی ایک بیماری ہے جس سے اس کی گردن مڑ جاتی ہے جیسے انسانوں میں لقوہ معروف بیماری ہے جس سے چہرہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے مراد اس سے رخ پھیر لینا ہے۔ (معارف القرآن: 3938/7)

(3) یعنی تکبر نہ کرو یعنی جب لوگ آپ سے کلام کریں تو ان سے منہ نہ موڑ لو۔ (الدر المنثور: 320/5)

(4) لوگوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیار اور نرمی سے پیش آؤ۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا بھی نیکی ہے اور تہ بند لٹکانے سے بچنا کیونکہ یہ غرور کی نشانی ہے اور غرور کو حق تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ غرور نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو حقیر جانو اور بات کرتے وقت ان سے منہ پھیر لو، پیٹھ پھیر کر بات نہ کرو، تصنع سے باچھیں پھاڑ پھاڑ کر اور اترا اترا کر باتیں نہ کرو''۔ (تفسیر سراج المنیر: 1541/2)

(5) سیدنا جابر بن سُلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی نیکی کو حقیر مت جاننا، اپنے بھائی سے بات کرو، تو کھلے چہرے سے بات کیا کرو، بلاشبہ یہ نیکی ہے اور نیکی چادر آدھی پنڈلی تک اونچی رکھا کرو اور اگر یہ نہ کر سکو تو ٹخنوں تک (تو ضرور اونچی) رکھو، (ٹخنوں سے نیچے) چادر لٹکانے سے بچنا، کیونکہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔ (ابوداؤد: 4084)

(6) ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ ''اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو'' یعنی خود پسندی کے ساتھ اتراتے ہوئے نہ چلو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا﴾ ''اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو، یقیناً تم زمین کو کبھی نہیں پھاڑ سکو گے اور نہ کبھی پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ پاؤ گے۔'' (بنی اسرائیل: 37)

(7) رحمٰن نے اپنے خاص بندوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ زمین پر نرم چال چلتے ہیں ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ ''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں'' (الفرقان:63)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سر بلند کر دیتا ہے۔'' (مسلم:6592)

(9) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا'' یعنی اللہ تعالیٰ کسی خود پسند سے محبت نہیں کرتا، جو تکبر کرتا ہے جو اپنی باتوں میں فخر کا اظہار کرتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جس کے دل میں ذرّہ برابر بھی غرور ہوگا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے کہا، ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، غرور و تکبر تو یہ ہے کہ انسان حق کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔'' (مسلم:265)

(10) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے افراد سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا اور ان کی طرف نظر نہیں کرے گا اور ان کو گناہوں سے پاک بھی نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ کلمات رسول اللہ ﷺ نے تین بار دہرائے۔ میں نے پوچھا، یہ لوگ نامراد ہو گئے اور انہوں نے نقصان اٹھایا، اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک مسبل یعنی چادر، تہ بند، شلوار یا پینٹ وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا)، دوسرا احسان کر کے جتانے والا اور تیسرا جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال فروخت کرنے والا۔'' (ابوداؤد:4087)

(11) سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عزت اللہ تعالیٰ کی ازار ہے اور کبریائی اس کی چادر ہے اور (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو شخص ان صفتوں میں مجھ سے جھگڑے گا میں اس کو عذاب دوں گا۔'' (مسلم:6680)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی غرور میں اپنی چادر لٹکا کر چلا جا رہا تھا کہ وہ زمین میں دھنسا دیا گیا، پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی رہے گا۔ (بخاری:5789)

سوال 2: سیدنا لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت الی اللہ کے کام کرنے کے لئے اپنے بیٹے کو اخلاقیات کے بارے میں خالص نصیحتیں کیوں کی تھیں؟

جواب: (1) یہ وہ کام ہیں جن میں عام طور پر لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں۔ (2) دعوت الی اللہ تعالیٰ کا کام کرتے ہوئے لوگ ان غلطیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ (3) یہ نصیحتیں دعوت دینے والے کے لیے بہترین زادِ راہ ہیں۔

﴿وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾

''اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست رکھو، بے شک سب سے بُری یقیناً گدھوں کی آواز ہے'' (19)

سوال 1: ﴿وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾ ''اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست رکھو، بے شک سب سے بُری یقیناً گدھوں کی آواز ہے'' درمیانی چال اور دھیمی آواز کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ﴾ ''اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو''۔

(2) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''تواضع اختیار کرو یعنی درمیانی چال چلو نہ بالکل آہستہ نہ بھاگ کر چلو'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم لوگ تکبیر کی آواز سن لو تو نماز کے لیے (معمولی چال سے) چل پڑو۔ سکون اور وقار کو (بہرحال) پکڑے رکھو اور دوڑ کے مت آؤ۔ پھر نماز کا جو حصہ ملے اسے پڑھ لو، اور جو نہ مل سکے اسے بعد میں پورا کرلو۔ (بخاری: 636)

(3) یعنی تکبر اور اتراہٹ کی چال نہ چلو بلکہ تواضع کے ساتھ چلو۔

(4) ﴿وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ﴾ ''اور اپنی آواز کو پست رکھو'' اللہ تعالیٰ کے حضور لوگوں کے ساتھ ادب کے طور پر اپنی آواز کو دھیما رکھو۔ (تفسیر سعدی: 2097/3)

(5) بلا ضرورت بلند آواز سے بات نہ کرو۔

(6) ﴿اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾ ''یقیناً سب سے زیادہ بُری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے'' بدترین آواز گدھے کی ہوتی ہے اور وہ چیختا چلاتا ہے۔ اس کی آواز بھی بری ہوتی ہے۔ اگر بلند آواز میں کوئی بہتری ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے گدھے کے ساتھ مختص نہ کرتا جس کی کم عقلی کسی سے چھپی ہوئی نہیں۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مرغ کی بانگ سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کیا کرو، کیونکہ اس نے فرشتے کو دیکھا ہے اور جب گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے۔'' (بخاری: 3303)

(8) یہ وصیتیں جو حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے سے کی ہیں، حکمت کی بڑی بڑی باتوں کو بھی مستلزم ہیں جو یہاں مذکور نہیں۔ ہر وصیت کے ساتھ ایک داعیہ موجود ہے جو امر کی صورت میں اس پر عمل کی دعوت دیتا ہے۔ (سعدی: 2097/3)

سوال 2: چال میں میانہ روی سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ نہ تو گردن اکڑا کر چلیں۔ (2) نہ ہی چال میں سستی ہو کہ مریضانہ چال ہو۔ (3) نہ اتنی تیزی ہو کہ وقار کے خلاف ہو اس سے مراد عام سیدھی سادی چال ہے

رکوع نمبر 3

﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴾

''کیا تم نہیں دیکھتے یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اُس نے اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں، اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر کسی علم، اور بغیر کسی ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے'' (20)

سوال 1: ﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً﴾ ''کیا تم نہیں دیکھتے یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اُس نے اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں'' دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا تذکرہ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَوْا﴾ ''کیا تم نہیں دیکھتے۔'' اللہ رب العزت نے بندوں کو اپنی نعمتیں یاد دلوائی ہیں کہ ان پر غور کرو اور شکر ادا کرو۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا؟ کیا آپ نے مشاہدہ نہیں کیا؟

(2) ﴿اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ سب تمارے فائدے کے لیے مسخر کر دیا ہے۔ آسمان کو مضبوط چھت بنا دیا، سورج کو تمہارے کام میں لگا دیا، اس کی روشنی، حرارت، تمہارا watercycle، بارشوں کا برسنا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ چاند تمہارے کام میں لگا ہوا ہے۔ چاند کی روشنی جس سے کتنے ہی پھلوں میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے۔ ستارے جن سے راستوں کے لیے راہ نمائی لیتے ہو۔

(3) (i) تسخیر کا مطلب ہے فائدہ اُٹھانا جیسے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو ایسے اُصولوں کا پابند بنا دیا ہے کہ وہ ہمارے لیے مفید کام کر رہے ہیں اور انسان ان سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

(ii) تسخیر کا مطلب تابع بنانا بھی ہے انسان زمین کی بہت سی مخلوقات کو اپنے تابع بناتا ہے یعنی ان سے فوائد حاصل کرتا ہے۔

(iii) تسخیر کا مفہوم ہے کہ آسمان اور زمین کو تمام مخلوقات انسان کے کام میں لگی ہوئی ہیں چاہے وہ انسان کے تابع ہوں یا نہ ہوں۔ چاہے وہ انسان کے استعمال میں آ رہی ہوں یا نہ آ رہی ہوں۔

(4) تسخیر کائنات کے دو مطلب ہیں (i) ایک یہ کہ کائنات کی ہر چیز انسان کی خادم ہے اور انسان مخدوم ہے۔ زمین، سمندر، پانی، ہوائیں، پہاڑ، چاند، سورج، ستارے یہی موٹی موٹی اشیاء کائنات گنی جاتی ہیں۔ ان کے انسان کا خادم ہونے کا ثبوت یہ ہے اگر ان میں سے ایک چیز بھی نہ

ہوتو انسان زندہ نہیں رہ سکتا مگر انسان کے بغیر ان چیزوں میں سے کسی کا کچھ بھی نہیں بگڑتا۔ (ii) اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ زمین میں جتنی بھی اشیاء موجود ہیں خواہ وہ جمادات ہو یا نباتات ہوں یا حیوانات ہوں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی عقل عطا فرمادی ہے کہ وہ ان میں سے جس کو چاہے اپنے قابو میں لا سکتا ہے اور اس سے حسب ضرورت فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ (تیسیر القران:3/535)

(5)﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴿۷۳﴾﴾ ''آپ فرمائیں کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے دن ہی کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں رات لادے جس میں تم سکون حاصل کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے؟ اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں تا کہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تا کہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔'' (القصص:73،72)

(6)﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴿۶﴾﴾ ''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا ہے اور اس کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ، وہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں یقیناً رات اور دن کے اختلاف میں اور آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔'' (یونس:6،5)

(7)﴿وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور جو کچھ زمین میں ہے'' یعنی زمین کے صحرا، دریا، پہاڑ، سمندر، درخت، کھیت، معدنیات، باغات، زمین کے جانور، پرندے، مچھلیاں کتنی نعمتیں ہیں۔ سب تمہارے لیے ہے جیسا کہ فرمایا﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''وہی ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے پھر اُس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی، پس اُس نے اُن کو درست کر کے سات آسمان بنا دیے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' (البقرہ:29)

(8)﴿وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً﴾ ''اور اُس نے اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں'' ظاہری نعمتیں وہ ہیں جن کو ہم حواس خمسہ کے ذریعہ معلوم کر سکتے ہیں اور ان کا تعلق ہماری مادی زندگی اور معاشیات وغیرہ سے ہے اور یہ بھی لاتعداد ہیں اور باطنی سے مراد وہ نعمتیں ہیں جن سے ہماری اخلاقی تربیت ہوتی ہے اور روح کا تزکیہ ہوتا ہے۔ اور وہ بھی لاتعداد اور ان کا ذریعہ معلومات سے مراد وہ نعمتیں ہیں جن کا تعلق دونوں سے ہے مثلاً آنکھ سے ہم دیکھتے ہیں یہ آنکھ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ لیکن قوت باصرہ کا علم اس سے

علیحدہ چیز ہے اسی طرح انسان کی قوت سامعہ، قوت ہاضمہ، قوت متخیلہ، قوت دافعہ وغیرہ بے شمار قوتیں انسان کے جسم کے اندر کام کر رہی ہیں اگر یہ ٹھیک کام کرتی رہیں تو انسان تندرست رہتا ہے اگر ان میں سے کسی ایک میں بھی گڑبڑ ہو جائے تو انسان بیمار پڑ جاتا ہے اسی لیے کہتے ہیں کہ تندرستی ہزار نعمت ہے یہی وہ قسما قسم کی نعمتیں ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمادیا کہ ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو انہیں شمار نہیں کر سکتے۔'' (النحل:18) (تیسیر القرآن:536/3)

(9) جس نے نعمتیں عطا کی ہیں اس منعم سے محبت کرو، اس کا شکر ادا کرو، اس کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں صرف نہ کرو، اس کی اطاعت کے کاموں میں ان نعمتوں کو استعمال کرو۔ (مسلم:7430)

سوال 2: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر کسی علم، اور بغیر کسی ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے'' بلا علم، بلا دلیل جھگڑوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنَ النَّاسِ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں پانے والے ایسے بھی ہیں جو شکر ادا نہیں کرتے اور ناشکری کرتے ہوئے اسی ہستی کا انکار کر دیتے ہیں جس نے نعمتیں عطا کیں، جس نے کتابیں نازل کیں اور رسول بھیجے۔

(2) ﴿مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے۔'' جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں تا کہ جو کچھ رسول لے کر آئے ہیں اس حق کا انکار کر دیں یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ٹھکرا دیں، عبادت کی دعوت کو قبول نہ کریں۔

(3) وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے ہیں۔

(4) ﴿بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''بغیر کسی علم کے'' یعنی ان کا جھگڑا علم کی بنیاد پر نہیں علم کے بغیر ہی جھگڑتا ہے۔ اگر علم کے ساتھ جھگڑا ہوتا تو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا۔

(5) ﴿وَّلَا هُدًى﴾ ''اور بغیر کسی ہدایت کے'' یعنی اس کا جھگڑا ہدایت کی بنیاد پر بھی نہیں ہے۔ اگر ہدایت کی بنیاد پر ہوتا تو ہدایت یافتہ لوگوں کی بات مانی جاتی ہے اور ان کے پیچھے چلا جاتا ہے۔

(6) ﴿وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴾ ''اور بغیر کسی روشن کتاب کے'' ان کا جھگڑا کسی حق کو واضح کرنے والی کتاب پر مبنی بھی نہیں ہے۔ ان کا جھگڑا صرف آباء واجداد کی تقلید پر نہیں ہے جو خود ہدایت یافتہ نہ تھے بلکہ وہ خود بھی گمراہ تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ﴾ ''اور لوگوں میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑا کرتا ہے اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چلتا ہے۔'' (الحج:3)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے بارے میں لوگ کیا جھگڑے کرتے ہیں؟

جواب:(1)لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں۔(2)اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانے میں جھگڑے کرتے ہیں۔(3)اللہ تعالیٰ کے احکامات کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں۔

سوال4:لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیوں جھگڑے کرتے ہیں؟

جواب:(1)لوگ اپنی فطرت کے بگڑ جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں۔(2)لوگ اپنے آباؤاجداد کے دین پر قائم رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾

''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اُسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، اور کیا اگرچہ شیطان انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو؟'' (21)

سوال1:﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اُسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے'' آباؤاجداد کی تقلید کیوں بری ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

(1)﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے'' جب جھگڑا کرنے والوں سے کہا جاتا ہے۔

(2)﴿اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ ''اُس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے'' یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے رسولوں پر نازل فرمایا ہے اس کی اتباع کرو۔(3)﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' وہ اس دعوت کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

(4)﴿بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ ''بلکہ ہم اُسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے'' یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہم باپ دادا کے طریقے نہیں چھوڑ سکتے ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے تو وہ کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا تھوڑی سی عقل بھی نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں؟'' (البقرۃ:170)

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے بت ہی بعد میں عرب میں پوجے گئے، ود، دومتہ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا، سواع، بنی ہذیل کا، یغوث، بنی مراد کا اور مراد کی شاخ بنی غطیف کا جو وادی جرف میں قوم سبا کے پاس رہتے تھے،

یعوق، بنی ہمدان کا بت تھا اور نسر، حمیر کا بت تھا جو ذو الکلاع کی آل میں سے تھے۔ یہ سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے بعض نیک آدمیوں کے نام ہیں، جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جہاں وہ حضرات بیٹھا کرتے تھے، وہاں ان کے بت بنا کر رکھ دو اور ان کے وہی نام رکھ دو جو ان کے بزرگوں کے تھے۔ سو انہوں نے ایسا ہی کیا، تاہم اس وقت ان بتوں کی پوجا نہیں ہوئی لیکن بعد از اں جب وہ لوگ فوت ہو گئے اور علم مٹ گیا تو تب ان کی پوجا ہونے لگی۔ (بخاری:4920)

(6) لوگوں کا یہ رویہ ذہنی غلامی اور عقلی قید کا ہے انسان کو اللہ تعالی نے عقل کی آزادی دی ہے تا کہ وہ آزادانہ غور و فکر کر سکیں کہیں انسان اپنے ہاتھوں سے اپنی عقل کو بیڑیاں ڈال دیتا ہے اور زنجیروں میں جکڑ دیتا ہے یہ غیر عقلی رویہ ہے۔

سوال 2: ﴿اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ ''اور کیا اگر چہ شیطان انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو؟'' اندھی تقلید کرنے والوں کو جو جواب دیا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب (1) رب العزت نے باپ دادا کی تقلید کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔ ﴿اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ ''اور کیا اگر چہ شیطان انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو؟'' یعنی وہ پھر بھی باپ دادا کی تقلید کریں گے اگر چہ باپ دادا نے شیطان کی آواز پر لبیک کہا ہو اور وہ انہیں بھڑکتی آگ تک لے جا رہا ہو۔

(2) یعنی ان کے آباؤ اجداد نے شیطان کی آواز پر لبیک کہا اور اس کے پیچھے چل پڑے اور یوں وہ شیطان کے چیلوں میں شامل ہو گئے اور ان پر حیرت و تردد نے غلبہ پا لیا۔ کیا یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ ان کی پیروی کی جائے اور ان کے طریقے پر چلا جائے یا یہ چیز ان کو ان کے آباء واجداد کے مسلک پر چلنے سے ڈراتی ہے اور ان کی اور ان کے پیروکاروں کی گمراہی کا اعلان کرتی ہے؟ ان کے آباؤ اجداد کے لیے شیطان کی دعوت کسی محبت اور مودت کی بنا پر نہیں بلکہ یہ تو ان کے ساتھ عداوت اور فریب ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے پیروکار اس کے دشمن ہیں جن پر قابو پانے میں وہ کامیاب ہوا ہے جب لوگ اس کی دعوت کو قبول کر کے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کے مستحق بنتے ہیں تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2099)

(3) کسی چیز کی صداقت کے لیے یہ دلیل درست نہیں ہے کہ وہ باپ دادا کے وقتوں سے چلی آ رہی ہے۔

(4) اس آیت میں دو باتوں کی صراحت کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ تقلیدِ آباء بلا تحقیق اور شیطان کی پیروی ایک ہی چیز ہے اور دوسرے یہ کہ شیطان کی پیروی کا لازمی نتیجہ جہنم کا عذاب ہے گویا اس سے سوال یہ کیا جا رہا ہے کہ اگر شیطان تمہارے آباء واجداد کو جہنم کی طرف لے جا رہا ہو تو بھی تم اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کرو گے؟ (تیسیر القران:3/536)

﴿وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ﴾

﴿وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾

''اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اور وہ ہو بھی نیک تو یقیناً وہ ایک مضبوط سہارا تھام چکا اور سارے کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے'' (22)

سوال 1: ﴿وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ ''اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اور وہ ہو بھی نیک تو یقیناً وہ ایک مضبوط سہارا تھام چکا اور سارے کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے''مخلص لوگ مضبوط سہارا تھام لیتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے'' جو کوئی اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے اور اس کی اطاعت کرتا ہے اور عبادت کو اس کے لیے خالص کرتا ہے۔

(2) ﴿وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ ''اور وہ ہو بھی نیک'' وہ اسلام میں محسن ہے کیونکہ اس کا عمل شرعی ہے اور وہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتا ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ جو کوئی عبادات کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہے اور وہ اپنی عبادات کو احسان کے درجہ تک لے جاتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتا ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ کیفیت پیدا نہیں کرسکتا تو وہ اس طرح عبادت کرتا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔اس کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حقوق قائم کرکے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتا ہے اور ان کے حقوق ادا کرتا ہے تینوں معانی میں تلازم پایا جاتا ہے اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں سوائے اس پہلو سے کہ دونوں لفظوں کے مورد میں اختلاف ہے ورنہ قبول کرنے اور تکمیل کے لحاظ سے تمام معانی، دین کے تمام قوانین اور اصولوں کو قائم کرنے پر متفق ہیں۔ (تفسیر سعدی:2100/3)

(3) ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ ''تو یقیناً وہ ایک مضبوط سہارا تھام چکا'' جس نے اللہ تعالیٰ کا سہارا تھام لیا وہ نجات پا گیا، اسے ہر بھلائی نصیب ہوئی۔

(4) انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تکمیل کرکے اس کے نواہی سے رک کر اللہ تعالیٰ کے دین کا مضبوط کڑا پکڑ لیا۔ اب وہ جہنم میں نہیں گریں گے۔

(5) ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ ''چنانچہ جو باطل معبود کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑا تھام لیا جس نے کبھی ٹوٹنا ہی نہیں۔'' (البقرۃ:256) سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (ایک خواب میں) دیکھا کہ گویا میں ایک باغ میں ہوں، اس باغ کے بیچ میں ایک ستون ہے اور ستون کی چوٹی پر ایک

کڑا لگا ہوا ہے۔ مجھ سے کہا گیا، اس پر چڑھ جاؤ، میں نے کہا ''میں نہیں چڑھ سکتا'' پھر ایک خادم نے آ کر میرے کپڑے میرے پیچھے سے اٹھائے تو میں چڑھ گیا اور اوپر جا کر کڑا مضبوطی سے پکڑ لیا میں اسے پکڑے ہوئے ہی تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ بعدازاں میں نے یہ خواب رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''باغ تو اسلام کا باغ ہے اور ستون اسلام کا ستون ہے اور کڑا اعروۃ الوثقیٰ ہے (مضبوط کڑا) ہے، تم مضبوطی کے ساتھ اسلام کو پکڑے رہو گے، یہاں تک کہ تمہیں موت آ جائے۔'' (بخاری:7014)

(6) جس نے اللہ تعالیٰ کا سہارا نہ تھاما یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تکمیل نہ کی، اس کے نواہی سے نہ رکا اس نے اللہ تعالیٰ کے دین کا مضبوط کڑا چھوڑ دیا وہاں اب اس کے لیے ہلاکت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

(7) ﴿وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ ''اور سارے کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے'' یعنی تمام کاموں کی انتہا اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کرے گا اور ان کے اعمال کے مطابق جزا سزا دے گا۔

(8) اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہی سمجھایا کہ جب سارے معاملات کا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے اور قران وسنت کے مطابق زندگی بسر کرے۔

سوال 2: انسان اللہ تعالیٰ کے مضبوط سہارے کو کیسے تھام سکتا ہے؟

جواب: انسان اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر کے، اللہ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کر کے، اخلاص کے ساتھ اللہ کے سہارے کو تھام سکتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کا مضبوط سہارا کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا مضبوط سہارا اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفات کے علم کی وجہ سے انسان کے دل کے اندر پختہ ہوتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کا مضبوط سہارا وہ رابطہ ہے جو بندے اور رب کے درمیان ایک معاہدے کی وجہ سے پیدا ہوجاتا ہے اور بندگی اور غلامی سے، اس سے مدد مانگنے سے یہ رشتہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ جتنا زیادہ بندگی کا رنگ انسان پر گہرا ہوتا چلا جاتا ہے اتنا ہی انسان کا رابطہ رب سے مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔

﴿وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

''اور جس نے کفر کیا تو اُس کا کفر آپ کو غم زدہ نہ کرے، اُن سب کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو کچھ انہوں نے کیا ہم انہیں بتا دیں گے، یقیناً اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' (23)

سوال 1: ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

''اورجس نے کفر کیا تو اُس کا کفر آپ کوغم زدہ نہ کرے، اُن سب کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو کچھ انہوں نے کیا ہم انہیں بتا دیں گے، یقیناً اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے''لوگوں کا کفر آپ ﷺ کو صدمہ نہ پہنچائے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ﴾''اورجس نے کفر کیا تو اُس کا کفر آپ کوغم زدہ نہ کرے''یعنی اگر کافر اللہ تعالیٰ کو، اس کی شریعت کو نہیں مانتے تو آپ ﷺ غم زدہ نہ ہوں آپ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کر دیا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر کے مستحق ہو گئے آپ ﷺ جان لیں کہ اگر ان کے اندر بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے دیتا۔

(2)﴿اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ﴾''اُن سب کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے''انہوں نے موت کے بعد ہمارے ہی پاس آنا ہے۔

(3)﴿فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا﴾''پھر جو کچھ انہوں نے کیا ہم انہیں بتا دیں گے''ہم انہیں ان کے کفر اور حق سے دشمنی اور رسولوں کو اذیت پہنچانے اور اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کی کوششوں سے انہیں آگاہ کر دیں گے۔

(4)﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے''وہ سینوں کے راز جانتا ہے جن کو کوئی ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ان کے بارے میں کیسے نہیں جانے گا جن کی مخالفت، حق دشمنی اور ایذا رسائی کو سب دیکھتے ہیں۔

(5)ہر کام کے پیچھے تمہاری سوچ، تمہارا میلان، تمہاری نیت، ارادہ، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔تم اللہ سے کچھ بھی چھپا نہیں سکتے۔

﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾

''ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے''(24)

سوال1:﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾''ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے'' کافروں کے لیے دنیا کی قلیل متاع ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا﴾''ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں''یعنی ہم کافروں کو دنیا میں تھوڑا سا فائدہ دیں گے تاکہ وہ اپنے گناہوں میں اضافہ کر لیں۔

(2)﴿ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾''پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے'' پھر ان کی موت کے بعد انہیں ہولناک اور سخت عذاب کی طرف مجبور کر دیں گے۔

(3)﴿قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (٦٩) مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ (٧٠)﴾''آپ کہہ دیں یقیناً جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔دنیا میں

تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ہماری ہی جانب انہیں لوٹنا ہے پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔'' (یونس:70,69)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے حق کو قبول کرنے کے لیے انسان کو کیسے قائل کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسان کو توجہ دلائی ہے کہ آخر دنیا میں کب تک رہو گے؟ (2) دنیا کی نعمتیں عارضی ہیں۔ کہاں تک ان سے فائدہ اُٹھاؤ گے؟ (3) دنیا کے تھوڑے سے فائدے کے بعد ہمیشہ کا عذاب ہے پھر بتاؤ کہ آخر حق کو قبول نہ کر کے نقصان کس کا ہے۔

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ آپ کہہ دیں: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' بلکہ اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' (25)

سوال 1: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ آپ کہہ دیں: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے''۔ بلکہ اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں'' اگر آپ مشرکوں سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کا خالق کون ہے تو وہ بھی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں انہیں معلوم ہے کہ ان کے بتوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا پھر بھی وہ ان ہی کی عبادت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں رب العزت نے فرمایا ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور اگر یقیناً آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے انہیں پیدا کیا'' (الزخرف:9)

(2) ﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ آپ کہہ دیں: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' آپ ﷺ ان کے اقرار کو ان ہی کے خلاف دلیل بنا کر کہہ دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے حق کو واضح کر دیا اور تمہاری جانب سے دلیل واضح ہو گئی ہے۔

(3) ﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''بلکہ اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' یعنی وہ نہیں جانتے اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں اگر انہیں یقین ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کائنات کی تخلیق میں ایک ہے تو وہ عبادت میں بھی اسے دلیل کی رو سے ایک مان لیتے۔

﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾

’’اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز، بے حد خوبیوں والا ہے‘‘ (26)

سوال: ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ’’اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز، بے حد خوبیوں والا ہے۔‘‘ ساری کائنات اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ’’اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے‘‘ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی ہے، اسی نے تخلیق کیا وہی مالک ہے، اسی کی عبادت (2) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی وسعت اوصاف کے نمونے کے طور پر ان دو آیتوں کا ذکر فرمایا تاکہ وہ اپنے بندوں کو اپنی معرفت، محبت اور دین میں اخلاص کی دعوت دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی عمومی ملکیت کا ذکر کیا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے یہ تمام عالم علوی اور عالم سفلی کو شامل ہے سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے وہ احکام کونی وقدری، احکام دینی وامری اور احکام جزائی کے ذریعے سے ان میں تصرف کرتا ہے۔ پس تمام مخلوق اس کی مملوک ہے جو اس کے دست تدبیر کے تحت مسخر ہے اور وہ کسی چیز کی مالک نہیں۔ وہ بے حد بے نیاز ہے وہ کسی چیز کا محتاج نہیں جس کی مخلوق محتاج ہوتی ہے۔ ﴿مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ﴾ ’’نہیں میں ارادہ رکھتا ان سے رزق کا اور نہ ہی میں ارادہ رکھتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔‘‘ (الذاریات: 57) نیز انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے اعمال اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ ان کے اعمال کا فائدہ صرف انہی کو پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کے اعمال سے بے نیاز ہے یہ اس کی بے نیازی ہے کہ اس نے انہیں ان کی دنیا وآخرت میں بے نیاز بنادیا اور ان کے لیے وہ کافی ہو گیا۔ (تفسیر سعدی: 2102/3)

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ’’یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز، بے حد خوبیوں والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، اپنی صفات میں قابل تعریف ہے، اس کی صفات کامل، اس کے احکامات کامل، اس کے اوامر ونواہی کامل، اس کے فیصلے کامل جو اس نے دنیا اور آخرت میں اپنے بندوں پر نافذ کیے ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ الغنی ہے اپنے بندوں کی عبادت سے بے نیاز ہے وہ الحمید ہے ساری خوبیوں والا، کامل حمد وثنا اسی کے لیے ہے۔ ﴿رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ﴾

﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

’’اور اگر واقعتاً روئے زمین کے تمام درختوں کی قلمیں ہوں اور تمام سمندر اس کی سیاہی ہوں، اس کے بعد سات سمندر اور ہوں تب بھی

اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں گی، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بڑی حکمت والا ہے‘‘(27)

سوال:﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ’’اور اگر واقعتاً روئے زمین کے تمام درختوں کی قلمیں ہوں اور تمام سمندر اس کی سیاہی ہوں، اس کے بعد سات سمندر اور ہوں تب بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں گی، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بڑی حکمت والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ کے کلمات کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ﴾ ’’اور اگر واقعتاً روئے زمین کے تمام درختوں کی قلمیں ہوں‘‘ یعنی زمین کے تمام درخت اگر لکھنے کے لیے قلم بن جائیں تو قلم ٹوٹ جائیں گے، ختم ہوجائیں گے۔

(2)﴿وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ﴾ ’’اور تمام سمندر اس کی سیاہی ہوں، اس کے بعد سات سمندر اور ہوں‘‘ اور زمین کے سارے سمندر اور اس کے بعد سات سمندر اور بھی اگر روشنائی میں بدل جائیں اور اس سے لکھا جائے تو روشنائی ختم ہوجائے گی۔

(3)﴿مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ﴾ ’’تب بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں گی‘‘ اللہ تعالیٰ کے کلمات سے مراد اس کے تخلیقی کارنامے اس کے عجائبات اور اس کے کرشمے اور اس کی خوبیاں ہیں اور ان کے بے شمار پہلو ہیں مثلاً انسان کے اندر کی دنیا کے عجائبات اور بیرونی دنیا کے عجائبات انسان کی عقل اور علم ان دونوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ حیوانات کی تقریباً دس لاکھ قسم کی انواع ایسی ہیں جو انسان کے علم میں آچکی ہیں ان میں سے ہر ایک کی جسمانی ساخت اور نظام زیست دوسری تمام انواع سے الگ ہے۔ یہی حال نباتات اور جمادات اور سمندری مخلوق کا ہے اور پھر بہت سی ایسی مخلوق ہے جو انسان کے علم میں آئی ہی نہیں اور نہ آسکتی ہے لہٰذا اس آیت میں جو بیان ہوا ہے کہ تمام درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور سارے سمندر بلکہ اتنے اور بھی سیاہی بن جائیں تو یہ چیزیں تو ختم ہوسکتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔ اس میں کچھ مبالغہ معلوم نہیں ہوتا یہ تو مسلمہ امر ہے کہ محدود چیز لامحدود کا کبھی احاطہ نہیں کرسکتی۔(تیسیر القرآن 538/3) ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾ ’’آپ کہہ دیں کہ اگر میرے رب کے کلمات کے لیے سمندر سیاہی ہوجائیں وہ بھی میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے یقیناً ختم ہوجائیں گے چاہے ہم اسی کے برابر اور سیاہی لے آئیں۔‘‘ (الکھف:109)

(4) اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی وسعتوں کو سادگی کے ساتھ اپنے انداز میں بیان کیا کہ ہر ایک کو بات سمجھ آجاتی ہے اور دل کی گہرائیوں تک اترتی ہے اور انسانی عقل ورطۂ حیرت میں گم ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کتنی عظیم ہے۔

(5)﴿لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ﴾ ’’ہم تیری ثناء بیان نہیں کرسکتے تو ایسے ہی ہے جیسے تونے خود اپنی ثناء بیان کی۔‘‘ (مسلم:486)

(6)﴿اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بڑی حکمت والا ہے''یعنی تمام عزت و غلبے کا وہی مالک ہے تمام عالم علوی اور عالم سفلی میں جو بھی قوت پائی جاتی ہے وہ اسی کی طرف سے ہے، وہی ہے جس کی توفیق کے بغیر گناہ سے بچنے کی ہمت ہے نہ نیکی کرنے کی طاقت ہے وہ اپنے غلبے کے ذریعے سے تمام مخلوق پر غالب ہے ان میں تصرف اور ان کی تدبیر کرتا ہے۔اس نے اپنی حکمت سے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔اس تخلیق سے اس کی غرض وغایت اور مقصد بھی حکمت ہی ہے اسی طرح امر و نہی بھی اس کی حکمت ہی سے وجود میں آئے ہیں اور ان کو وجود میں لانے کی غایت مقصود بھی حکمت ہی ہے۔پس وہ اپنے خلق و امر میں حکمت والا ہے۔(تفسیر تسعدی:2104/3)

(7)اللہ تعالیٰ نے سات سمندروں پر، درختوں پر اور انسانی دلوں پر غلبے سے العزیز کی حقیقت کو سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے۔ اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے علم کا بیان لامحدود ہے۔قدرتوں اور تقدیر کا بیان لامحدود ہے وہی العزیز ہے جو سب پر غالب ہے اور کوئی اس پر غلبہ نہیں پا سکتا۔(i)اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ غلبہ رکھنے کے باوجود انسان کو موقع دیتا ہے سنبھلنے کا۔(ii)اللہ تعالیٰ الحکیم ہے اس کی قدرت کامل ہے اس کی تدبیر کامل ہے۔(iii)اللہ تعالیٰ اپنے علم کی وجہ سے الحکیم ہے اس کا علم اور قدرت لامحدود ہے اس کی حکمت کی بھی کوئی انتہا نہیں۔

﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ﴾

''تم سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی نفس جیسا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے''(28)

سوال1:﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ﴾''تم سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی نفس جیسا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے''اللہ تعالیٰ کمال قدرت والا ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾''تم سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی نفس جیسا ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم اور کمال قدرت کا ذکر فرمایا ہے کہ اس کے لیے ساری انسانیت کی تخلیق بھی ایک انسان کی تخلیق کی طرح ہے اور بعث یعنی موت کے بعد دوبارہ پیدا کرنا بکھر جانے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا ایک نفس کو زندہ کرنے کی طرح ہے۔اس لیے جو اعمال کی جزا کو بعید سمجھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کا درست اندازہ نہیں لگا پاتا۔رب العزت نے فرمایا﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ﴾''یقیناً اس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے کہہ دیتا ہے''ہوجا''تو وہ ہوجاتی ہے۔''(یس:82)

(2)﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ ۙ لَا یَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ یَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ لِیُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِیْ یَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِیْنَ ﴿۳۹﴾﴾''اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ جو مر جائے گا اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ نہیں اٹھائے گا کیوں نہیں! یہ اس کے ذمے ایک سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے

نہیں۔ تاکہ وہ ان کے لیے واضح کردے جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے اور تاکہ جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ جان لیں کہ بلاشبہ وہی جھوٹے تھے۔'' (النحل:39,38)

(3)﴿وَمَآ اَمۡرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمۡحٍۢ بِالۡبَصَرِ﴾ ''اور ہمارا حکم ایک ہی بار پلک جھپکنے کی طرح ہوتا ہے۔'' (القمر:50)

(4)﴿فَاِنَّمَا هِىَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ (۱۳) فَاِذَا هُمۡ بِالسَّاهِرَةِ (۱۴)﴾ ''چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے۔'' (النازعات:14,13)

(5)﴿اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌۢ بَصِيۡرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ تمہاری باتیں سنتا اور سب کے کام دیکھتا ہے۔ جیسے وہ ایک کو سنتا اور دیکھتا ہے ایسے ہی وہ سب کی باتیں سنتا اور ان کے کام دیکھتا ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ نے جو پیدا کیا وہ ان کے اعمال کو دیکھتا ہے وہ ان سارے اعمال کا حساب کتاب رکھتا ہے اور وہ حساب لے گا۔

﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَيُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ كُلٌّ يَّجۡرِىۡۤ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ﴾

''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا سب ایک مدّتِ مقررہ تک چلتے جا رہے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (29)

سوال 1: ﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَيُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ كُلٌّ يَّجۡرِىۡۤ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا سب ایک مدّتِ مقررہ تک چلتے جا رہے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے کائنات کو مسخر کر رکھا ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَيُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے'' رات کو دن میں داخل کرنے سے مراد ہے رات کا کچھ حصہ لے کر دن میں شامل کر دینا جس سے دن بڑا اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے جیسے گرمیوں میں دن لمبے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دن کا کچھ حصہ رات میں شامل کر دیتا ہے اس سے راتیں لمبی ہو جاتی ہیں جیسے سردیوں کی راتیں لمبی ہوتی ہیں۔

(2)﴿وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ﴾ ''اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا'' سورج کا تعلق دن کے اوقات سے ہے اور چاند کا رات

کے اوقات سے اور یہی دو سیارے ہیں جو اہل زمین کو سب سے زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں اور اکثر ادوار میں ان دونوں کی ہی پوجا کی جاتی رہی ہے اور ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے کام پر لگا دیا ہے جس سے وہ سرِ مو سرتابی نہیں کر سکتے۔ قابل غور وفکر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو مخلوق اپنے کاموں میں اس طرح جکڑی ہوئی ہو کیا وہ معبود ہونے کی اہلیت رکھتی ہے؟ اس آیت میں دہریوں کا رد بھی موجود ہے جو اس کائنات کو ازلی ابدی سمجھتے ہیں اور مشرکوں کا بھی رد ہے جو ان فانی چیزوں کو معبود سمجھے بیٹھے ہیں۔ (تیسیر القرآن:3/539)

(3)﴿كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''سب ایک مدّتِ مقررہ تک چلتے جا رہے ہیں'' ہر ایک اپنی مقررہ مدت تک کے لیے گردش میں ہے۔ اس گردش میں کبھی کوئی خلل نہیں آیا جب ان کی مقررہ مدت پوری ہو جائے گی تو ان کی گردش ختم ہو جائے گی اور وہ دن ہو گا جب سورج لپیٹ دیا جائے گا جب آسمان پھٹ جائے گا جب تارے بے نور ہو جائیں گے، جب قیامت آجائے گی۔

(4) سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جب سورج غروب ہوا تو ان سے پوچھا کہ ''تم کو معلوم ہے کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟'' میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی علم ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے پہنچ کر پہلے سجدہ کرتا ہے پھر (دوبارہ آنے کی) اجازت چاہتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے اور وہ دن بھی قریب ہے جب یہ سجدہ کرے گا تو اس کا سجدہ قبول نہ ہو گا اور اجازت چاہے گا لیکن اجازت نہ ملے گی بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا تھا وہیں واپس چلا جا چنانچہ اس دن وہ مغرب ہی سے نکلے گا۔'' (بخاری:3199)

(5)﴿وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' تم جو نیکی بدی کرتے ہو اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے وہ تمہارے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا وہ فرماں برداروں کو ثواب اور نافرمانوں کو سزا دے گا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ''خبیر'' کو کیسے سکھایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کے بڑے چھوٹے ہونے سے۔ (2) سورج اور چاند کے مسخر ہونے سے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کے ایک نظام میں بندھ کر مسلسل صحت کے ساتھ چلنے سے اپنی خبر کا شعور دلایا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾

''یہ اس لیے ہے کہ یقیناً وہی اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یقیناً اُس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بے حد بلند، بے حد بڑا ہے'' (30)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ ''یہ اس لیے ہے کہ یقیناً وہی اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یقیناً اُس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بے حد بلند، بے حد

بڑا ہے''اللہ تعالیٰ ہی حق ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ''یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے جو اپنی صفات کو بیان کیا ہے۔

(2)﴿بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ﴾ ''اس لیے ہے کہ یقیناً وہی اللہ تعالیٰ ہی حق ہے''وہ اپنی ذات میں حق، اپنی صفات میں حق، اس کا دین حق، اس کے وعدے حق، اس کی وعیدیں حق، اس کے رسول حق، اس کی عبادت حق ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ کے برحق معبود ہونے کی دلیل ہے کہ اس نے دن رات کا نظام قائم کیا اور اس نے ہر چیز کو تخلیق کیا، ان کے لیے رزق کا اہتمام کیا، اس نے کسی چیز کو بے مقصد نہیں بنایا۔

(4)﴿وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ﴾ ''اور یقیناً اُس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہی باطل ہے''یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی بھی عبادت کی جاتی ہے۔انہیں الوہیت کا کوئی حق نہیں ان کی عبادت باطل ہے۔وہ اپنی ذات میں باطل، اپنی صفات میں باطل اس لیے ان کی عبادت باطل ہے۔

(5)(i)اس سے مراد یہ ہے کہ کسی مخلوق کے پاس کوئی اختیار نہیں۔(ii)اس سے یہ بھی مراد ہے کہ سب محتاج ہیں۔(iii)اس سے یہ بھی مراد ہے کہ سب ماتحت ہیں۔(iv)اس سے یہ بھی مراد ہے کہ کسی کے پاس کوئی ذاتی قوت نہیں۔کوئی ایک ذرّے کو بھی ہلانے کی قوت نہیں رکھتا۔

(6)﴿لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ ''اُسی کو پکارنا برحق ہے اور اس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہ ان کی دعا قبول نہیں کرتے مگر اس شخص کی طرح جو پانی کی طرف اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلانے والا ہے تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں، اور کافروں کا پکارنا تو گمراہی میں ہے۔''(الرعد:14)

(7)﴿وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بے حد بلند، بے حد بڑا ہے''وہ تمام مخلوقات سے اوپر ہے۔اس کی صفات اس سے بلند تر ہیں کہ ان پر مخلوق کی صفات کو قیاس کیا جائے۔وہ مخلوق کے اوپر اور ان پر غالب ہے۔وہ اپنی ذات وصفات میں کبریائی کا مالک ہے اور زمین اور آسمان کی تمام مخلوق کے دل اس کی کبریائی سے لبریز ہیں۔(سعدی:2105/3)

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے اپنے ''العلی''اور''الکبیر''ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنے انتظامات سے، اپنی تدبیر سے، اپنی شان کی برتری کا شعور دلایا ہے کہ وہ العلی ہے اور اپنی بڑائی کا شعور دلایا ہے وہ الکبیر ہے اس کے ماسوا ہر چیز فقیر ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے اپنے ماسوا ہر چیز کو باطل قرار دے کر اپنی برتری اور بڑائی کا شعور دلایا ہے کہ اس کے ماسوا ہر چیز پست ہے نہ کسی کی قدرت ہے نہ اختیار، نہ قوت، نہ فیصلہ، نہ حکم۔اس لیے اللہ تعالیٰ ہی حق ہے۔

رکوع نمبر 4

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾

''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یقیناً کشتی سمندر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے چلتی ہے تا کہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بلاشبہ اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، بڑے شکر کرنے والے کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں'' (31)

سوال 1: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ ''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یقیناً کشتی سمندر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے چلتی ہے تا کہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بلاشبہ اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، بڑے شکر کرنے والے کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں'' اللہ تعالیٰ نے سمندر کو تمہارے تابع بنا دیا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ ''کیا آپ نہیں دیکھتے'' اے محمد! کیا آپ ﷺ نے غور نہیں کیا ﴿اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً کشتی سمندر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے چلتی ہے'' اللہ تعالیٰ نے سمندر کو تمہارے تابع بنایا ہے تا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتیوں اور جہازوں کی آمدورفت جاری رہے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تا کہ تم اس میں سے تروتازہ گوشت کھاؤ اور اس سے تم زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو۔ اور اس میں آپ دیکھتے ہیں کہ کشتیاں پانی کو چیرنے والی ہیں اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔'' (النحل: 14) ﴿رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (٦٦) وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا (٦٧)﴾ ''تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لیے سمندر میں کشتی چلاتا ہے تا کہ تم اس کے فضل میں سے تلاش کرو، یقیناً وہ ہمیشہ سے تم پر رحم کرنے والا ہے اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے۔'' (بنی اسرائیل: 67,66)

(2) (i) کشتی سمندر میں ان قوانین کے مطابق چلتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہوا، زمین اور آسمانوں میں رکھ دیے ہیں۔ (ii) کشتی سمندر میں نہ ایک جگہ رہتی ہے نہ ڈوبتی ہے۔ (iii) کشتی اللہ تعالیٰ کے انعامات کی وجہ سے چلتی ہے، وہی کشتی کا حامی اور مددگار رہتا ہے، وہی موجوں کی سرکشی کو روکتا ہے، وہی طوفانوں اور موسمی اثرات سے بچاتا ہے، وہی ہوا کے دباؤ کو مناسب رکھتا ہے، وہی درجہ حرارت کو کنٹرول میں رکھتا ہے پھر

کشتی سمندر میں چلتی ہے۔

(3)﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوۡرٍ﴾ ''بلاشبہ اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، بڑے شکر کرنے والے کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں'' اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو مصیبت پر صبر اور نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر، اس کے نواہی سے رکنے پر اور مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں اور جو اس کی دینی اور دنیوی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں۔

(4) سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے، اس کا ہر معاملہ اس کے لیے خیر (کا باعث) ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں، (وہ اس طرح) کہ اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے۔'' (مسلم:7500)

(5) شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ''صبر نصف ایمان ہے، شکر نصف ایمان ہے اور یقین پورا ایمان ہے کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کے قول پر غور نہیں کیا ﴿وَفِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ﴾ ''اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔'' (الذریٰت:20) (قرطبی:60,59/7)

سوال 2: سمندر میں کشتیوں کا چلنا کس چیز کا شعور دلاتا ہے؟

جواب: سمندر میں کشتیوں کا چلنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اس کی قدرت اور اس کے لطف و کرم کا شعور دلاتا ہے۔

سوال 3: صبر اور شکر کرنے والے نشانیوں سے کیسے فائدہ اٹھاتے ہیں؟

جواب: صبر اور شکر کرنے والے مصیبت میں اپنے آپ کو نہیں رب کو دیکھتے ہیں وہ خود کو جزع فزع سے روک کر اپنے رب کی قدرتوں کو پا لیتے ہیں۔ شکر کرنے والے نعمتوں کو پا کر پھولنے کی بجائے رب کے احسانات کو دیکھتے ہیں اور اللہ کی نشانیوں پر غور و فکر کرنے کے قابل رہتے ہیں۔

﴿وَاِذَا غَشِیَہُمۡ مَّوۡجٌ کَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰہُمۡ اِلَی الۡبَرِّ فَمِنۡہُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ؕ وَمَا یَجۡحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا کُلُّ خَتَّارٍ کَفُوۡرٍ﴾

''اور جب انہیں کوئی موج سائبانوں جیسی ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں کہ وہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا کر لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی سیدھے راستے پر قائم رہنے والے ہیں اور نہیں انکار کرتا ہماری آیات کا مگر جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہے'' (32)

سوال 1: ﴿وَاِذَا غَشِیَہُمۡ مَّوۡجٌ کَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰہُمۡ اِلَی الۡبَرِّ فَمِنۡہُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ؕ وَمَا یَجۡحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا کُلُّ خَتَّارٍ کَفُوۡرٍ﴾ ''اور جب انہیں کوئی موج سائبانوں جیسی ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے

ہیں کہ وہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا کر لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی سیدھے راستے پر قائم رہنے والے ہیں اور نہیں انکار کرتا ہماری آیات کا مگر جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہے'' کون طوفانوں سے بچا کر خشکی پر لے آتا ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ ''اور جب انہیں کوئی موج سائبانوں جیسی ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں کہ وہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں'' رب العزت نے ان لوگوں کا حال بیان کیا ہے جو سمندری سفر کرتے ہیں اور پہاڑ جیسی موجیں اٹھ اٹھ کر ان پر چھا جاتی ہیں تو وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی نجات کے لیے دعائیں کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ ''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے۔'' (بنی اسرائیل:67)

(2)﴿فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ﴾ ''پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا کر لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی سیدھے راستے پر قائم رہنے والے ہیں''، یعنی جب وہ خشکی پر لے آتا ہے تو کچھ لوگ شکر کرنے کا حق ادا نہیں کرتے اور گناہ کر کے اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں اور کچھ لوگ ناشکری کر کے اس کی نعمت کا ہی انکار کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا ﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ ''پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہیں عبادت کو اُسی کے لیے خالص کرتے ہوئے، پھر جب وہ اُنہیں نجات دے کر خشکی میں لے جاتا ہے تب وہ اچانک ہی شرک کرنے لگتے ہیں۔'' (العنکبوت:65)

(3)﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ﴾ ''اور نہیں انکار کرتا ہماری آیات کا مگر جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہے'' ان کی بد عہدی یہ تھی کہ اگر رب نے انہیں سمندر کی سختیوں سے نجات دے دی تو وہ شکر گزار بنیں گے۔ انہوں نے بد عہدی کی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے سخت ناشکرے ہیں۔

سوال 2: کشتی کے طوفان میں گھر جانے کے بعد لوگ اللہ تعالیٰ کو مخلصانہ کیسے پکارنے لگتے ہیں؟

جواب: عام حالات میں انسان کی فطرت پر غلط افکار خیالات کے پردے پڑے رہتے ہیں۔ سخت خطرے میں یہ پردے ہٹ جاتے ہیں اور انسان کی فطرت اپنے رب کی طرف رجوع کر لیتی ہے ایسے میں انسان اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر کے اس کو پکارتا ہے اور دوسرے تمام معبودوں کو چھوڑ دیتا ہے۔

سوال 3: دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنا۔

سوال 4: عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب: عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے کے لیے شعور کو پاک کرنا پڑتا ہے۔ جب تک انسان کے شعور پر اللہ تعالیٰ کی ذات کے ماسوا کسی اور کا تصور، کسی اور کی بڑائی حاوی رہتی ہے انسان کا شعور ناپاک رہتا ہے۔ اور شعور کی ناپاکی کے ساتھ عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے خالص نہیں ہوسکتی۔

سوال 5: ﴿مُقْتَصِدٌ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) ﴿مُقْتَصِدٌ﴾ سے مراد اپنے عہد کو پورا کرنے والا۔ (2) توحید اور اطاعت کے عہد پر قائم رہنے والا۔ (3) اعتدال پر قائم رہنے والا۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے والوں کی دو خصوصیات بیان کی گئیں اُن کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار خطا کار کرتے ہیں یعنی غدّار اور بدعہدی کرنے والے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار ''کفور'' یعنی ناشکری کرنے والے کرتے ہیں۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۚ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ اور اُس دن سے ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ بھی کام آنے والا ہوگا، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ دنیا کی زندگی تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے اور وہ بڑا دھوکہ باز ہرگز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ نہ دے جائے'' (33)

سوال 1: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۚ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ اور اُس دن سے ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ بھی کام آنے والا ہوگا'' اللہ تعالیٰ کا خوف رکھو اور آخرت کو یاد کرو آیت کی روشنی میں حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ'' اے لوگو! اپنے رب سے ڈر کر اس کے روکے سے رک جاؤ اور اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرو۔

(2) ﴿وَاخْشَوْا يَوْمًا﴾ ''اور اُس دن سے ڈرو'' قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے ڈر جاؤ۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا

﴿لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡئًا وَّلَا یُقۡبَلُ مِنۡہَا شَفَاعَۃٌ وَّلَا یُؤۡخَذُ مِنۡہَا عَدۡلٌ وَّلَا ہُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ﴾ ''اور ڈرو اُس دن سے جب کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ اُس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اُس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ اُن کی مدد کی جائے گی۔'' (البقرۃ:48)

(3) ﴿لَّا یَجۡزِیۡ وَالِدٌ عَنۡ وَّلَدِہٖ ز وَلَا مَوۡلُوۡدٌ ہُوَ جَازٍ عَنۡ وَّالِدِہٖ شَیۡئًا﴾ ''جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ بھی کام آنے والا ہوگا'' جس روز کوئی باپ اپنے بیٹے کو اور بیٹا باپ کو چھڑانے کے لیے بدلہ دینا چاہے گا تو قبول نہیں کیا جائے گا کسی کو اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّۃُ ﴿۳۳﴾ یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡہِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّہٖ وَاَبِیۡہِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیۡہِ ﴿۳۶﴾ لِکُلِّ امۡرِیٴٍ مِّنۡہُمۡ یَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ یُّغۡنِیۡہِ ﴿۳۷﴾﴾ ''پس جب کان بہرے کر دینے والی آجائے گی۔ اُس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا۔ اُس دن اُن میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اُسے (دوسروں سے) بے نیاز کر دے گی۔'' (عبس:33-37)

(4) جب یہ آیت ﴿وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ﴾ نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے قریبی رشتہ داروں کو بلایا اور ہر ایک کا نام لے لے کر فرمایا تھا کہ اپنی فکر کرلو۔ اس دن میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ (بخاری: کتاب التفسیر)

سوال 2: ﴿اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا وقفۃ وَلَا یَغُرَّنَّکُمۡ بِاللّٰہِ الۡغَرُوۡرُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ دنیا کی زندگی تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے اور وہ بڑا دھوکہ باز ہرگز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ نہ دے جائے'' اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

(1) ﴿اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے'' اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اس میں شک نہ کرو۔

(2) ﴿فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا﴾ ''چنانچہ دنیا کی زندگی تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے'' دنیا کی زندگی کی ظاہری چکا چوند تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے جیسا کہ فرمایا: ﴿اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّلَہۡوٌ وَّزِیۡنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیۡنَکُمۡ وَتَکَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَوۡلَادِ ؕ کَمَثَلِ غَیۡثٍ اَعۡجَبَ الۡکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَہِیۡجُ فَتَرٰىہُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَکُوۡنُ حُطَامًا ؕ وَفِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ۙ وَّمَغۡفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرِضۡوَانٌ ؕ وَمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ﴾ ''جان لو! بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی اور زینت اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کر دیتی ہے، پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔'' (الحدید:20)

(3) ﴿وَلَا یَغُرَّنَّکُمۡ بِاللّٰہِ الۡغَرُوۡرُ﴾ ''اور وہ بڑا دھوکہ باز ہرگز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ نہ دے جائے'' یعنی شیطان کی طرف

سے کبھی غافل نہ ہونا۔ وہ جھوٹی تمنائیں دلاتا ہے، وعدوں کے فریب دیتا ہے، کسی وقت بھی غافل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُورًا﴾ ''وہ انہیں وعدے دیتا ہے اور انہیں جھوٹی امیدیں دلاتا ہے اور شیطان ان کو دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں دیتا۔'' (النساء:120)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات تک پہنچنے کی رکاوٹوں کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دھوکے باز شیطان کا شعور دلایا ہے کہ کہیں وہ تمہیں دنیا کی زندگی کے دھوکے میں مبتلا نہ کردے۔ (2) کہیں شیطان تمہیں مال کے غرور میں مبتلا نہ کردے۔ (3) کہیں وہ تمہیں علم کے دھوکے میں مبتلا نہ کردے۔ (4) کہیں وہ تمہیں قوت کے دھوکے میں مبتلا نہ کردے (5) کہیں وہ تمہیں خواہش پرستی کے دھوکے میں مبتلا نہ کردے۔ یہ ساری اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی رکاوٹیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مشکلات میں گھرے ہوئے انسان کے اندر سے ٹوٹتے پھوٹتے دکھایا ہے جب وہ سمندر کی موجوں میں گھر جاتا ہے اب جبکہ وہ اپنے دین کو خالص کر چکا تو دوبارہ اسی دھوکے میں مبتلا نہ ہو جائے۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا؟ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے'' (34)

سوال 1: ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا؟ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے'' اللہ تعالیٰ ہی غیب دان ہے اس کے سوا غیب کا علم کسی کو نہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس

ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے'' (الانعام:59) قیامت کا علم بھی اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۭ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں: یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے، تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔ آپ کہہ دیں: بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الاعراف:187) ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا (۴۲) فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا (۴۳) اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا (۴۴)﴾ ''وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کو اس کے بتانے سے کیا تعلق؟ تیرے رب کے پاس اُس (کے علم) کی انتہا ہے۔'' (النازیات:42-44)

(2) ﴿يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾ ''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں بلاشبہ اُس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور آپ کو کیا چیز خبر دیتی ہے، شاید کہ قیامت قریب ہی ہو۔'' (الاحزاب:63)

(3) ﴿وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ﴾ ''اور وہی بارش برساتا ہے'' بارش کا برسانا اسی کے قبضے میں ہے۔ جب وہ بارش کا حکم دیتا ہے فرشتے اس کے حکم سے بارش برساتے ہیں۔

(4) ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ﴾ ''اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے'' ماں کے پیٹ میں پروان چڑھنے والے بچے کے وجود کے بارے میں، اس کی جنس کے بارے میں پتہ چل جاتا ہے لیکن اس کی خوش بختی یا بدبختی کے بارے میں، اس کی زندگی یعنی عمر، اس کی تقدیر کے بارے میں سائنسی آلات کچھ بتانے سے عاجز ہیں۔

(5) ﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ ''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا'' کسی کو معلوم نہیں وہ کل کیا نیکیاں کرے گا یا کیا بدیاں کرے گا۔

(6) سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے خالد بن ذکوان سے کہا: ''میری شادی کے وقت نبی ﷺ تشریف لائے اور میرے بچھونے پر اس طرح بیٹھ گئے، جس طرح تم اس وقت میرے پاس بیٹھے ہو۔ پھر ہماری چند بچیاں اس وقت دف بجانا شروع ہوئیں، وہ ہمارے ان بزرگوں کا ذکر کر رہی تھیں جو بدر کی لڑائی میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ تو اسی اثنا میں ایک لڑکی یہ گانے لگی، ہم میں ایک نبی ہیں جو جانتے ہیں کہ کل

کیا ہوگا،تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اس کو چھوڑ دو اور وہی گاؤ جو (پہلے) گا رہی تھیں۔'' (بخاری:5147)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن لوگوں کے ساتھ تشریف رکھتے تھے کہ ایک نیا آدمی خدمت میں حاضر ہوا اس نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! قیامت کب قائم ہوگی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا''کہ جس سے پوچھا جارہا ہے خود وہ سائل سے زیادہ اس کے واقع ہونے کے متعلق نہیں جانتا۔ البتہ میں تمہیں اس کی چند نشانیاں بتاتا ہوں۔ جب عورت ایسی اولاد جنے جو اس کے آقا بن جائیں تو یہ قیامت کی نشانی ہے، جب ننگے پاؤں، ننگے جسم والے لوگ لوگوں پر حاکم ہوجائیں تو یہ قیامت کی نشانی ہے۔ قیامت بھی ان پانچ چیزوں میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، بیشک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ ماں کے رحم میں کیا ہے (لڑکا یا لڑکی)'' پھر وہ صاحب اٹھ کر چلے گئے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ''انہیں میرے پاس واپس بلا لاؤ۔'' لوگوں نے انہیں تلاش کیا تاکہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دوبارہ لائیں لیکن ان کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ''یہ صاحب جبرائیل تھے (انسانی صورت میں) لوگوں کو دین کی باتیں سکھانے آئے تھے۔'' (بخاری:4777)

(8) ﴿وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ﴾ ''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟'' کسی کو معلوم نہیں اسے کس سرزمین میں موت آنی ہے۔

(9) سیدنا مطر بن عکامس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:''جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کی موت کا کسی دوسری زمین میں فیصلہ کرتے ہیں تو اس زمین کی طرف اس کی کوئی ضرورت مقرر فرما دیتے ہیں۔'' (ترمذی:2146)

(10) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن زمین اللہ تعالیٰ سے کہے گی کہ اے میرے رب! یہ ہیں تیری امانتیں جو تو نے مجھے سونپ رکھی تھیں۔'' (ابن ماجہ:4263)

(11) ﴿اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ پوری خبر رکھنے والا ہے'' بے شک اللہ تعالیٰ تمام ظاہری و باطنی امور، تمام چھپی ہوئی اور تمام اسرار نہاں سے باخبر اور ان کو جانتا ہے۔ یہ اس کی حکمت کاملہ ہے کہ اس نے پانچ چیزوں کا علم بندوں سے چھپا رکھا ہے کیونکہ اس کے اندر ان کے مصالح پنہاں ہیں۔ صاحب تدبر پر یہ چیز مخفی نہیں۔ (تفسیر سعدی:2108/3)

(12) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''غیب کی کنجیاں پانچ ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا، کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے (لڑکی یا لڑکا)، کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔'' (بخاری:1039)

سوال 2: بارش کے بارے میں سائنسی تخمینے لگائے جاسکتے ہیں لیکن کیسے پتا چلتا ہے کہ یقینی علم اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو نہیں؟

جواب: آثار و علامات سے لگائے جانے والوں تخمینوں کے کبھی صحیح اور کبھی غلط ہونے سے یہ پتا چلتا ہے کہ یقینی علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔

النور پبلیکیشنز

قرآن مجید
قرآن مجید (ڈائری سائز)
قرآن مجید (پاکٹ سائز)
قرآن مجید اردو ترجمہ (ڈائری سائز) (نیو ایڈیشن)
قرآن مجید اردو ترجمہ (درمیانہ سائز) (نیو ایڈیشن)
قرآن مجید اردو ترجمہ (پاکٹ سائز) (نیو ایڈیشن)
قرآنی پارے (لفظی و بامحاورہ ترجمہ) (1-30)
قرآن مجید لفظی بامحاورہ 2 vol
والقلم وما یسطرون (نیو ایڈیشن)
قرآنی الفاظ (پارہ 1-30)
تفاسیر
فیہ ذکرکم (1-30) One Binding
فیہ ذکرکم (جلد اول) (نیو ایڈیشن)
فیہ ذکرکم (جلد دوم) (نیو ایڈیشن)
فیہ ذکرکم (جلد سوم) (نیو ایڈیشن)
سبیل النجاۃ (جلد اول) (نیو ایڈیشن)
سبیل النجاۃ (جلد دوم) (نیو ایڈیشن)
سبیل النجاۃ (1-30) One Binding
قرآنا عجبا پارہ 1-30 (نیو ایڈیشن) سورہ یٰس
سورہ البقرہ سورہ الرحمٰن سورہ الجمعہ
سورہ ال عمران سورہ الواقعہ سورہ التحریم
سورہ یوسف سورہ الحشر سورہ الملک
سورہ النور سورہ الصّف سورہ الحاقہ
سورہ احزاب سورہ ق سورہ الجن
سورہ محمد سورہ النجم سورہ المزمل
سورہ الفتح سورہ القمر سورہ المدثر
سورہ الحجرات سورہ القیامہ سورہ الدھر
حدیث
صحیح بخاری لفظی ترجمہ (پارہ 2)
صحیح بخاری لفظی ترجمہ (پارہ 1)
طبِّ نبوی ﷺ
رضی اللہ عنھم
فتنوں کا دور
کتاب العلم

سلسلہ احادیث صحیحہ
آداب اور اجازت طلب کرنا
فضائل ومناقب اور معائب ونقائص
الزواج
الطب وعیادہ
الجنت والنار
فضائل قرآن والادعیہ ولرقی
سیرۃ النبو عیہ والشمائل
نرمی، توبہ، نصیحتیں سلسلہ احادیث صحیحہ
المبتدا والانبیاء
المرض والجنائز ولقبور
سیرت
عظیم شخصیت
عظیم اخلاق
عظیم معلم انسانیت
عظیم منتظم
عظیم معاشی ومعاشرتی اسوہ
عظیم داعی
کامیابی ہماری حرص رسول اللہ ﷺ کی
رسالت ایک مشن ہے
رسول ہمارے محسن
سیرت حبیب
سیرت حبیب
زاد المعاد
تربیہ
اب اخلاق بدلنا ہے
نیت سے اخلاق بدلنا ہے
ملامت سے اطمینان تک
نفس روح قلب عقل
قلب کے لشکر
خواہش سے ارادے تک
دل میں کیا ہے
علم دل میں کیسے اترتا ہے
علم دل میں کیوں نہیں اترتا

دل بدلتا ہے
دل کے دروازے
دل سرگرم عمل ہے
دل کیسے بدلتا ہے
دل کی زندگی
دل بدلے (پارٹ 2)
رحمٰن کے بندے
اصلاح کے سات رنگ
الدّعوۃ
الحکمت فی الدعوہ الی اللہ تعالیٰ
میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں
اللہ کی طرف کیسے بلائیں
آپ کی مانوں اللہ کی نہ مانوں
کس کا دل اسلام کے لیے کھلتا ہے
جنت کا راستہ سیریز
جنت کا راستہ (بک)
عقیدہ
نماز
روزہ
زکوۃ
حج
والدین کے حقوق
اسلامی آداب
طہارت
تجھے الوداع کہنا ہے
آخرت سیریز
جنت کی تلاش
کیا کھویا کیا پایا
جہنم
یادِ موت
انفاق سیریز
سمندر جیسا ظرف بنالو
نجات چاہیئے تو خرچ کرو
اک دے کر سات سو لے لو

کہیں صدقہ ضائع نہ ہو جائے
گھر بچاؤ سیریز
گھر والوں کو آگ سے بچاؤ
گھر ٹوٹنے نہ دینا
والدین میری جنت میری دوزخ
جب وہ بوڑھے ہو جائیں
سکون کا رشتہ
گھر پرسکون کیسے بنتے ہیں؟
متفرق موضوعات
ربنا اللہ
اللہ نور السمٰوٰت والارض
جب ابراہیم نے اپنے باپ سے کہا
وہ چند نوجوان تھے
اور آدم بھول گیا
ہدایت چاہیے
لبیک اللھم لبیک
کس کے لئے
جس کی تلاش تھی
کھوٹے لوگ
نظر اٹھائیں یا جھکائیں
حج مبرور
دعائیں
الدعا المستجاب (بڑی)
الدعا المستجاب (چھوٹی)
قرآنی اور مسنون دعائیں
ذکر
توبہ کی دعائیں
غم اور ڈپریشن کی دعائیں
درود
حفاظت کی دعائیں
حرز اعظم (بڑی)
حرز اعظم (چھوٹی)
تسبیحات نماز

رب العزت کا ارشاد ہے

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ

اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ

اے میرے چھوٹے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے وزن کی ہو،

پس وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں تو اللہ تعالیٰ اس کو لے آئے گا،

یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بیں، پوری خبر رکھنے والا ہے

(سورۃ لقمان:16)

www.alnoorpk.com

Nighat Hashmi

0336-4033045

Nighat Hashmi

AlNoor International

AlNoor Products